RNI No. - MAHURD/2011/49433

اھلُ السُنّة

Ahl Us Sunnah

اتباع الكتاب والسنة بفهم سلف الأمة

Februray 2026 | فروری ۲۰۲۶ء

سوال وجواب: دعائے شب قدر

تسبیحِ الٰہی اور اس کے فوائد

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد

عورت کی جائے حفاظت: اسی کی قرارگاہ

ایڈیٹر: ابوفوزان کفایت اللہ سنابلی
نائب ایڈیٹر: آفاق احمد سنابلی مدنی

ماہنامہ

Vol: 15 | Issue : 02 | Urdu-Monthly | Mumbai | February 2026 | Page 52 | Price: 40/-

سلسلۂ کلام شاعر: شعراء اہل حدیث ہند 7

حمد باری تعالیٰ

کلام: حماد انجم ایڈوکیٹ بستوی رحمہ اللہ
انتخاب وترتیب: ابوالبیان رفعت سلفی

شاعر کا مختصر تعارف:

نام ونسب: ابوالاثر حماد آنجم بن ڈاکٹر حامد الانصاری انجم رحمہ اللہ۔

تاریخ پیدائش: لوہرسن بازار کرنجوت۔ ۲۲/مارچ ۱۹۵۶ء

تعلیمی لیاقت: ایل ایل بی۔مشہور مجموعۂ کلام: بہارِ حمد، شمع حرا، خوشۂ کشت حرم، شاخ گل تر۔حرا کے غار سے نکلا خدا کا پیغمبر وغیرہ۔

تاریخ وفات: ۸/فروری ۲۰۱۵ء

شکر تیرا کہ مجھے فکر رسا دیتا ہے
جذبۂ بال و پری دے کے فضا دیتا ہے

’’شہپرِ عقل‘‘ غباروں سے پرے اڑ نہ سکا
اہل دانش کے بھی تو ہوش اڑا دیتا ہے

’’نیلِ آشوبِ جہاں‘‘ ہوتا ہے حائل جو کہیں
تو بے محابا ’’یدِ بیضا‘‘ کو عصا دیتا ہے

کوئی مانگے تو سہی ، مانگ کے دیکھے تو سہی
تیرا در بار تو دامن سے سوا دیتا ہے

’’شانِ رحمت‘‘ اسے چن لیتی ہے قطرہ قطرہ
کوئی آنسو جو ندامت کا بہا دیتا ہے

میں جو کرتا ہوں ترا ذکر تو لگتا ہے مجھے
تُو مری دھوپ کو ساون کی گھٹا دیتا ہے

جب بھی ہوتا ہے ترے نام سے آغازِ سفر
رہگذر ، رہگذر ، پھول کھلا دیتا ہے

’’دیں فراموشی‘‘ کے سناٹے میں آہٹ تیری
جیسے پتھر کوئی شیشے پہ گرا دیتا ہے

’’ذوق شعری‘‘، جو دیا ہے تو دے ماحول کہ تُو
پھول کو خوشبو تو خوشبو کو صبا دیتا ہے

وہ نہیں بیچتا حماد! جبیں کی عظمت
سر جو توحید کی چوکھٹ پہ جھکا دیتا ہے

Ahlus Sunnah

Volume No.15, Issue No.02, February, 2026

ماہنامہ

فروری ۲۰۲۶ء

جلد: ۱۵
شمارہ: ۲

فی شمارہ Rs. 40/-
سالانہ Rs. 400/-

سرپرست : رضاء اللہ عبدالکریم مدنی
نگراں : عبدالشکور عبدالحق مدنی

ایڈیٹر: ابوفوزان کفایت اللہ سنابلی
رابطہ نمبر: 8657458182

نائب ایڈیٹر : آفاق احمد سنابلی مدنی
رابطہ نمبر: 7045788251

معاونین : ابوالبیان رفعت سلفی ✹ حافظ امتیاز احمد رحمانی ✹ حافظ خلیل الرحمٰن سنابلی

فورمیٹنگ : شفیق احمد محمد عدیل محمدی ✹ گرافک ڈیزائنر : طارق بن عبدالرحیم شیخ

سی،ای،او : زید خالد پٹیل

مجلس مشاورت

✹ شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی ✹ دکتور عبید الرحمٰن مدنی ✹ شیخ نورالحسن مدنی ✹ شیخ محمد جعفر الہندی

نوٹ : اپنے مضامین کی اشاعت، مفید مشوروں اور میگزین ممبرشپ کے لیے اوپر دیئے گئے نمبرات پر رابطہ کریں۔

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ:

Bank Details: ● Current Account : ICICI Bank ● Account Name : Ahl us Sunnah
A/c No:102805001781 ● IFSC Code : ICIC0001028 ●Andheri Link Road Branch

Add:Islamic Information Centre, Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070 | Ph. : 8080807836

Website : http://ahlussunnah.net | Email: ahlussunnah.m@gmail.com

Owner/Printer/Publisher: SAAD KHALID PATEL

Printed at : Alwan Prints, A1/215, Shah & Nahar Industrial Estate, S.J Marg, Lower Parel (West), Mumbai - 400 013.

Published at: 106 Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road, Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai - 400010

Islamic Information Centre, Managed by: ILM FOUNDATION Regd. No.23181

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اھل السنۃ

Ahl Us Sunnah

فروری ۲۰۲۶ء | Februray 2026

فہرست

شریعت میں مہر کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے	ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی	5
سوال وجواب: دعائے شبِ قدر	کفایت اللہ سنابلی	7
معیار الحق: مشمولات واثرات (آخری قسط)	راشد حسن مبارکپوری	12
تسبیحِ الٰہی اور اس کے فوائد	ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ مدنی	20
علامہ محمد عزیر شمس رحمہ اللہ کے محاضرات کا تحریری سلسلہ...... (قسط: ۳)	ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی	27
عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد	کفایت اللہ سنابلی	33
شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتابوں کا تعارفی سلسلہ (قسط: ۱۷)	ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی	35
عورت کی جائے حفاظت: اسی کی قرارگاہ	ام محمد خوشنما مصلح الدین	40
شادی میں تاخیر کے نقصانات اور اسلامی رہنمائی	ماریہ محفوظ المفلحاتی	44
وراثتِ نسواں، اسلام کا انصاف پر مبنی نظام	عائشہ امۃ النور بنت جمیل الدین	48

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں

درس حدیث

شریعت میں مہر کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے

ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه:”أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم رأى عَلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَثَرَ صُفْرَةٍ، فَقَالَ: مَا هَذا؟ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ: بَارَكَ اللهُ لَكَ، أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ". (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ).

تخریج:

[أخرجه: الشافعي في”مسنده“ بتحقيقي (۱۱۱۵)، وأحمد:۳/۲۲۷، والبخاري۲/۲۷ (۵۱۵۵)، ومسلم:۴/۱۴۴ (۱۴۲۷) (۷۹)، وأبو داؤد (۲۱۰۹)، وابن ماجة (۱۹۰۷)، والترمذي (۱۰۹۴)، والنسائي۶/۱۲۸، والبيهقي۷/۲۳۶.(بلوغ المرام من أدلة الأحكام ت الفحل (ص:۳۹۸)

ترجمہ:

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن عوف پر زردی کا نشان دیکھا تو پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے ایک عورت سے ایک گٹھلی کے وزن کے برابر سونے کے مہر پر نکاح کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے، دعوت ولیمہ کرو خواہ ایک بکری ہی کی ہو۔

راوی کا تعارف:

(۱) عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اکابر صحابہ میں سے ہیں۔

(۲) عشرۂ مبشرہ بالجنہ میں سے ایک ہیں۔

(۳) ان چھ لوگوں میں سے ہیں جن کا انتخاب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کے لیے کیا تھا۔

(۴) سابقین اولین میں سے بھی ہیں۔

فوائد:

(۱) اس حدیث کو امام بخاری نے صحیح میں دس سے زائد جگہوں پر ذکر کر کے متعدد مسائل کا استنباط کیا ہے۔

(۲) شادی کے بعد حسب استطاعت ولیمہ کرنا مسنون ہے، اور ولیمہ شوہر کو کرنا ہے نہ کہ بیوی یا اس کے گھر والوں کو۔

اسی طرح قاضی عیاض نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ ولیمہ کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے، انسان بقدر

استطاعت جو بھی چیز ولیمہ کے طور پر لوگوں کو کھلا دے جائز ہے، اللہ کے رسول نے صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد پنیر، گھی اور کھجور کا ولیمہ کیا، زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد آپ ﷺ نے روٹی اور گوشت کا ولیمہ کیا، بظاہر یہی بات درست معلوم ہوتی ہے کہ ولیمہ آدمی اپنے عرف کا اعتبار کر کے کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔[منحة العلام في شرح بلوغ المرام:۷/۴۱۱]

(۳) افضل یہی ہے کہ نکاح یا شادی کے وقت ہی حق مہر ادا کر دیا جائے۔

(۴) اپنے قبیلے میں اور قبیلے سے باہر دونوں طرح شادی کرنا بالکل صحیح اور جائز ہے۔

(۵) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام میں مروجہ بارات کا کوئی تصور نہیں ہے، وگرنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ صحابہ اپنی محبوب ترین شخصیت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو بارات کے ساتھ لے کر نہ جاتے۔

(۶) عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو یہ خوشبو بیوی کے ساتھ بیٹھنے کی وجہ سے لگی تھی، انہوں نے قصداً نہ لگائی تھی۔ اسی لیے اس پر زیادہ توجہ بھی نہیں دی گئی۔

(۷) ''صفرة'' یہ ایک رنگ دار خوشبو تھی جسے عورتیں استعمال کرتی تھیں۔ رنگ دار خوشبو مردوں کے لیے جائز نہیں، اس لیے نبی ﷺ نے ان سے پوچھا۔

(۸) النواة: یہ سونے کو وزن کرنے کا ایک پیمانہ ہے جو اہل عرب کے یہاں مستعمل تھا، نواۃ سے کھجور کی گٹھلی مراد لینا درست نہیں ہے، اس میں عمومی بات یہ کہی جاتی ہے کہ یہ پانچ درہم کا ہوتا ہے۔[منحة العلام في شرح بلوغ المرام:۷/۴۰۹]

(۹) کسی میں غلطی دیکھ کر فوراً سختی کرنا درست نہیں بلکہ غلطی کرنے والے سے اس کی وجہ دریافت کرنی چاہیے تاکہ اسے اتنی ہی تنبیہ کی جائے جتنی ضروری ہے۔

(۱۰) مہر زیادہ بھی ہو سکتا ہے اور کم بھی، اس میں کوئی مقدار ثابت نہیں ہے۔ فریقین جس پر اتفاق کر لیں اور راضی ہو جائیں وہی صحیح ہے۔ تاہم اس میں بہت زیادہ اسراف نہیں کرنا چاہیے۔

(۱۱) شادی کرنے والے کو ان کلمات "بَارَكَ اللهُ لَكَ" کے ذریعہ برکت کی دعا دینا مسنون ہے۔ دوسرے صیغہ بھی وارد ہیں جیسے: "بارك الله لك، وبارك عليك، وجمع بينكما في خير".

سوال وجواب: دعائے شب قدر

کفایت اللہ سنابلی

سوال:

اس حدیث کی صحت کے بارے میں بتادیں کہ صحیح ہے یا ضعیف؟

اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي [جامع الترمذی:۳۵۱۳]

(سائل: محمد اسد حبیب)

جواب:

سنن ترمذی میں یہ حدیث درج ذیل سند ومتن کے ساتھ ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۷۹ھ) نے کہا:

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ، عَنْ كَهْمَسِ بْنِ الحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ عَلِمْتُ أَيُّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ القَدْرِ مَا أَقُولُ فِيهَا؟ قَالَ: قُولِي: اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي . هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کون سی رات لیلۃ القدر ہے تو میں اس میں کیا پڑھوں؟ آپ نے فرمایا پڑھو:

”اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي۔

اے اللہ! تو عفو و درگزر کرنے والا مہربان ہے، اور عفو و درگزر کرنے کو تو پسند کرتا ہے، اس لیے تو ہمیں معاف و درگزر کردے“۔امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔[سنن ترمذي،كتاب الدعوات عن رسول الله ﷺ حديث :۳۵۱۳]

ہمارے ناقص مطالعہ کی حد تک مذکورہ حدیث صحیح ہے۔اس کی مکمل وضاحت کافی تفصیل طلب ہے ہم ذیل میں انتہائی اختصار کے ساتھ چند وضاحت پیش کررہے ہیں۔

الف:

امام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۸۵ھ) نے کہا:

۔۔۔هذه كلها مراسيل بن بريدة لم يسمع من عائشة شيئا۔

یہ سب (روایات) عبداللہ بن بریدہ کی مراسیل ہیں، اس نے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے کوئی چیز (براہ راست) نہیں سنی۔[سنن الدارقطني:۲۳۳/۳]

عرض ہے کہ:

اول تو کلام خاص طریق سے متعلق ہے۔جس کی وضاحت ہم کبھی اور کریں گے کیونکہ یہ کافی وقت طلب کام ہے۔

دوسرے یہ کہ:

یہ صرف امام دارقطنی رحمہ اللہ کا قول ہے ان کے علاوہ کسی ناقد امام نے یہ بات نہیں کہی ہے۔

جہاں تک امام بیہقی کی بات ہے تو انہوں نے گرچہ سنن میں کہا:

”وهذا مرسل بن بريدة لم يسمع من عائشة رضي الله عنها“

”یہ (حدیث) مرسل ہے بن بریدہ کا، اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے (براہ راست) سماع نہیں کیا۔“ [السنن الكبرىٰ للبيهقي:۱۱۸/۷]

لیکن یہ امام بیہقی رحمہ اللہ کی اپنی تحقیق نہیں ہے بلکہ موصوف نے یہ بات کہنے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ ہی پر اعتماد کیا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ خود امام بیہقی رحمہ اللہ نے دوسرے مقام پر وضاحت کردی ہے کہ انہوں نے یہ بات امام دارقطنی رحمہ اللہ سے اخذ کی ہے، چنانچہ:

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دوسرے مقام پر کہا:

”هَذَا مُنْقَطِعٌ، ابْنُ بُرَيْدَةَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عَائِشَةَ قَالَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ فِيمَا أَخْبَرَنِي أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَغَيْرُهُ عَنْهُ“

”یہ حدیث منقطع ہے، ابن بریدہ نے عائشہ سے (کوئی چیز) نہیں سنی۔ یہ بات دارقطنی نے کہی ہے، جیسا کہ مجھے ابوعبدالرحمٰن اوران کے علاوہ دوسروں نے ان سے خبر دی“۔[معرفة السنن والآثار للبيهقي:۴۸/۱۰]

ایک اور مقام پر کہا:

فهو مرسل، ابن بريدة لم يسمع من عائشة، رضي الله عنها، قاله الدارقطني۔

یہ (حدیث) مرسل ہے، عبداللہ بن بریدہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے (براہ راست) سماع نہیں کیا، یہ بات دارقطنی نے کہی ہے۔[مختصر خلافيات البيهقي:۱۲۲/۴]

معلوم ہوا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام دارقطنی رحمہ اللہ ہی پر اعتماد کرتے ہوئے مذکورہ بات کہی ہے اور یہ ان کی اپنی تحقیق نہیں ہے۔

امام دارقطنی پر امام بیہقی کے علاوہ کسی نے بھی اعتماد نہیں کیا ہے، بلکہ امام بیہقی سے قبل امام ترمذی رحمہ اللہ نے ابن بریدہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، جیسا کہ شروع میں ذکر کیا گیا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) ایک مقام پر فرماتے ہیں:

”وقال:(يعنى الدارقطى) هذه كلها مراسيل، ابن بريدة لم يسمع من عائشة. قلت: صحح له الترمذي حديثه عن عائشة في القول ليلة القدر، من رواية: جعفر بن سليمان، بهذا الإسناد، ومقتضى ذلك أن يكون سمع منها، ولم أقف على قول أحد وصفه بالتدليس“.

”انہوں (یعنی امام دارقطنی) نے کہا: یہ سب (روایات) مراسیل ہیں، ابن بریدہ نے عائشہ سے کچھ بھی نہیں سنا۔ میں کہتا ہوں: ترمذی نے اس کے لیے (یعنی عبداللہ بن بریدہ کے لیے) حدیث لیلۃ القدر میں عائشہ سے روایت کو صحیح قرار دیا ہے، جو جعفر بن سلیمان کی روایت سے اسی سند کے ساتھ ہے، اور اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ انہوں نے (اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے) سنا ہوگا۔ اور میں کسی کے قول پر واقف نہیں جس نے اسے (ابن بریدہ کو) تدلیس والا قرار دیا ہو“۔ [إتحاف المهرة لابن حجر:۱۷/۵]۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ہی کے کلام سے ملتی جلتی بات علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی کہی ہے کما یاتی۔

ب:

بعض محدثین کا یہ موقف ہے کہ دو راویوں کے بیچ اتصال سند کے لیے سماع کا ثبوت لازم ہے جبکہ راجح بات یہی ہے کہ اتصال کے لیے صرف معاصرت اور لقاء کا امکان ہی کافی ہے۔

اس راجح اصول کی روشنی میں ابن بریدہ کی اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سماع پر محمول ہوگی کیونکہ ابن بریدہ کو اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی معاصرت حاصل ہے اور ان دونوں کے سماع کا امکان بھی ہے۔

بعض حضرات نے معاصرت کو تسلیم کرتے ہوئے امکان لقاء کا انکار کیا لیکن یہ عمارت جس بنیاد پر قائم ہے وہ بنیاد ہی کمزور ہے، چنانچہ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ابن بریدہ اور اماں عائشہ رضی اللہ عنہا جب ایک ہی مقام پر مقیم تھے تو اس وقت ابن بریدہ بچے تھے۔

عرض ہے کہ اولاً یہ بات صحیح سند سے ثابت نہیں کہ ابن بریدہ اس وقت بچے تھے نیز بچے کی بھی روایت مطلقاً رد

نہیں کیا جاتی ہے بلکہ بچہ جب سن تمیز کو پہنچ جائے اور اس کا ضبط صحیح ہو تو اس کی روایت معتبر ہوتی ہے۔

نیز ابن بریدہ رضی اللہ عنہ کی لقاء ان صحابہ سے بھی ثابت مانی جاتی ہے جن کی وفات اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے قبل ہوئی ہے پھر کیسے ممکن ہے کہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابن بریدہ کا سماع ثابت نہ ہو اور اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے پہلے جو صحابہ فوت ہوئے ان سے ابن بریدہ کا سماع ثابت ہو؟

علامہ البانی رحمہ اللہ اس چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقد أعل بما لا يقدح، فقال الدارقطني في سننه (٢٣٣/٣)- وتبعه البيهقي (١١٨/٧) - في حديث آخر لعبد الله بن بريدة : لم يسمع من عائشة شيئاً ! كذا قالا! وقد كنت تبعتهما برهة من الدهر في إعلال الحديث المشار بالانقطاع، في رسالتي نقد نصوص حديثية (ص:٤٥)، والآن؛ فقد رجعت عنه؛ لأني تبينت أن النفي المذكور لا يوجد ما يؤيده، بل هو مخالف لما استقر عليه الأمر في علم المصطلح أن المعاصرة كافية لإثبات الاتصال بشرط السلامة من التدليس، كما حققته مبسطاً في تخريج بعض الأحاديث، وعبد الله بن بريدة لم يرم بشيء من التدليس، وقد صح سماعه من أبيه كما حققته في الحديث المتقدم (٢٩٠٤) وغيره، وتوفي أبوه سنة (٦٣)، بل ثبت أنه دخل مع أبيه على معاوية في مسند أحمد (٣٤٧/٥)، ومعاوية مات سنة (٦٠)، وعائشة ماتت سنة (٥٧)، فقد عاصرها يقيناً، ولذلك أخرج له الشيخان روايته عن بعض الصحابة ممن شاركها في سنة وفاتها أو قاربها، مثل عبد الله بن مغفل، وقريب منه سمرة بن جندب مات سنة (٥٨). بل وذكروه فيمن روى عن عبد الله بن مسعود المتوفى سنة (٣٢)، ولم يعلوها بالانقطاع، ولعله- لما ذكرت- لم يعرج الحافظ المزي على ذكر القول المذكور، إشارة إلى توهينه، وكذلك الحافظ الذهبي في تاريخه، ونحا نحوهما الحافظ العلائي في جامع التحصيل (٢٥٢/٣٣٨)، فلم يذكره بالإرسال إلا بروايته عن عمر، وهذا ظاهر جدّاً، لأنه ولد لثلاث خلون من خلافة عمر.

انہوں نے ایسی علت بیان کی جو معتبر نہیں، چنانچہ دارقطنی نے اپنی سنن میں (۳/ ۲۳۳) میں- اور ان کی پیروی کرتے ہوئے بیہقی نے "سنن" (۷/ ۱۱۸) میں- عبداللہ بن بریدہ کے ایک دوسرے حدیث کے بارے میں کہا: اس نے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے کوئی چیز نہیں سنی! ان دونوں نے یہی کہا ہے!

میں ایک عرصے تک ان دونوں کی پیروی کرتا رہا اور اس حدیث کو انقطاع کی وجہ سے معلول قرار دیتا رہا، جیسا کہ میں نے اپنے رسالہ نقد نصوص حدیثیہ (ص ۴۵) میں کیا تھا۔ لیکن اب میں اس سے رجوع کر چکا ہوں، کیونکہ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ مذکورہ نفی (یعنی سماع کا انکار) کی کوئی تائید موجود نہیں ہے، بلکہ یہ اس اصول کے خلاف ہے جو علمِ مصطلح میں متفق علیہ ہے کہ معاصرت (ایک ہی دور میں زندہ ہونا) اتصال (سلسلہ کی براہِ راست وابستگی) کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے، بشرطیکہ تدلیس سے سلامتی ہو۔ میں نے اسے تفصیل سے کچھ احادیث کی تخریج میں بیان کیا ہے۔

عبداللہ بن بریدہ پر تدلیس کا کوئی الزام نہیں لگایا گیا۔ اور اس کا اپنے والد سے سماع صحیح ہے، جیسا کہ میں نے پچھلی حدیث (۲۹۰۴) اور دیگر مقامات پر کیا ہے۔ ان کے والد کی وفات سنہ ۶۳ ہجری میں ہوئی۔ بلکہ یہ بات ثابت ہے کہ وہ اپنے والد کے ساتھ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تھے جیسا کہ مسند احمد (۵/ ۳۴۷) میں ہے، اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات سنہ ۶۰ ہجری میں ہوئی، جبکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات سنہ ۵۷ ہجری میں ہوئی۔ پس وہ یقیناً اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے معاصر تھے۔

اسی لیے شیخین (بخاری و مسلم) نے اس سے کچھ صحابہ کی روایات قبول کیں جو اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے سال یا اس کے قریب وفات پانے والے تھے، جیسے عبداللہ بن مغفل، اور اس کے قریب سمرہ بن جندب جن کی وفات سنہ ۵۸ ہجری میں ہوئی۔ بلکہ انہوں نے اسے عبداللہ بن مسعود (وفات سنہ ۳۲ ہجری) سے روایت کرنے والوں میں شمار کیا اور اسے انقطاع کی وجہ سے معلول نہیں قرار دیا۔

شاید اسی وجہ سے حافظ مزی نے اس قول (یعنی سماع کے انکار) کا ذکر نہیں کیا، جو اس کی تضعیف کی طرف اشارہ ہے۔ اسی طرح حافظ ذہبی نے اپنی تاریخ میں، اور حافظ علائی نے جامع التحصیل (۲۵۲/ ۳۳۸) میں بھی اسی راستے پر چلے اور اسے صرف عمر (رضی اللہ عنہ) سے مرسل قرار دیا، نہ کہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ یہ بات بہت واضح ہے، کیونکہ عبداللہ بن بریدہ عمر کی خلافت کے تین سال گزرنے پر پیدا ہوا تھا۔ [سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها:۷/۱۰۱۰]

خلاصۂ کلام یہ کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اسے ضعیف قرار دینا درست نہیں ہے۔

(قسط خامس)

معیار الحق: مشمولات واثرات

راشد حسن مبارکپوری استاد جامعہ اسلامیہ فیض عام مئو

علمی حیثیت اوراثرات:

اس میں شک نہیں کہ معیار الحق اپنے عہد کی انتہائی علمی کتاب تسلیم کی گئی ہے، جب یہ شائع ہوکر منظر عام پر آئی تو اس وقت شیخ الکل کا غلغلہ اکناف عالم میں بلند ہو چکا تھا، اس لیے لازماً اس کتاب کو غیر معمولی شہرت ملنی یقینی تھی، سوملی، ہر مکتب فکر کے لوگوں نے اس محدثانہ طرز کی منفرد کتاب پڑھی اور اہل علم کی ایک بہت بڑی تعداد تھی جس نے اپنے تاثرات قلم بند کئے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کتاب نے اپنے زمانہ میں کس قدر پذیرائی حاصل کی تھی، کتاب معیار الحق کے آخر میں وہ سارے تاثرات وتقریظات شامل کرلیے گئے ہیں، جوعظمت رفتہ کا احساس دلاتے ہیں۔

مولانا محمد اسماعیل سلفی گجرانوالہ رقم طراز ہیں: ’’انتصار الحق اس وقت میرے سامنے ہے، جومولانا ارشاد حسین نے لکھی ہے، لیکن مولانا اس پتھر کو نہیں اٹھا سکے جو معیار الحق نے ان کی راہ میں ڈال دیا تھا، وہ مسئلہ کے منہ پر تشکیک کا غبار بھی نہیں ڈال سکے، ویسے یہ کتاب معیار الحق سے بھی بڑی تقطیع پر شائع ہوئی ہے، اس سے ضخیم بھی زیادہ ہے‘‘۔
(مقدمہ معیار الحق بقلم مولانا سلفی: ص:۸۴)

مولانا ارشاد حسین رامپوری، جو علامہ شبلی کے استاد تھے، نے ’’انتصار الحق‘‘ کے نام سے معیار الحق کا جواب لکھا، یہ جواب مولانا نے لکھ تو دیا تو لیکن مولانا سلفی کے بقول معیار الحق نے جو پتھر رکھ دیا تھا مولانا اسے ہٹانے میں ناکام رہے، حتیٰ کہ مولانا آزاد نے بھی انتصار کے مؤلف کا علمی ضعف محسوس کرلیا۔

معیار الحق کی بابت اسی زمانہ میں مشاہیر اہل علم نے داد تحسین بلند کی تھی، اس کی علمی حیثیت اور استدلال واستنباط معانی کی قوت کا ادارک ہوا تھا، کتاب کے مشمولات سے اختلاف کرنے والوں نے کیا، لیکن علمی حیثیت اور قوت دلائل وبراہین کا اعتراف کرنے کے بعد، ذیل میں تمام نہ سہی کچھ اہل علم کے اعترافات نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں، کہ بیشتر کے لیے معیار کا قدیم نسخہ ملاحظہ کرنا ہوگا، کہ اس کے اخیر میں کچھ اعترافات جمع کئے گئے ہیں۔ ترجمہ سے اعراض کرتے ہیں کہ یہ خالص علمی مقالہ ہے۔ (افسوس کہ یہ اعترافات بعد کے نسخوں سے حذف کردیئے گئے ہیں، جو قطعی طور پر غیر علمی رویہ ہے)

شیخ علیم الدین حسین الانصاری العظیم آبادی نگرنہسوی: هٰذا شيء عجيب ما يدركه إلا اللبيب، ما

أطيب كلامه، وما أحسن نظامه، الله أكبر! كتاب أى كتاب تضمن أجزاؤه يواقيت وجواهر باهرة، وتشتمل مضامينه على لآلٍ ودُرِدٍ فاخرةٍ، بل هو سرُّ أسرار الحكمة اليمانية، ونور أنوار الشرعية البرہانية، إذا رأيتَ ديباجة جماله = تذهب عنك كل العنا، ومتى طالعتَ صفحة محيًّا كماله = يأتى إليك كل الغنا، ہذا ما وصف به فهو القلّ، وما بقى فهو الجلّ، للفاضل الغطريف، ذى المقام الشريف، هو البليغ الذى إن تكلم أجزل وأوجز، وإن نظم أفحم كلّ لسن بإنشائه وأعجز، كفى كلامه على غزارة فضله مرشدًا ودليلًا، ولا يجد معانده مع الغلو فى العتو إلى القدح فيه سبيلًا، بل يطاوع الأحباء بإجراء مدحه على لسانه بالاضطرار، ولا يتصور إنكار ضوء الشمس يوم الصحو وقت نصف النهار، فالأعداء والخلان على فضله شاهدان عادلان، كيف لا، وهو بالشرف الوضاح، والعلم والتقى، وبالحسب العالى، وأخلاقه الغُرّ الذرى، وأضحى به الشرع الشريف مؤيدًا، ومرتبة الإسلام سامية القدر سرمدًا، لم تنظر الأنوار منها تصاعدت ولاحت كضوء الشمس فى البر والبحر، قد انتشر صيت كماله واشتهر بناء جلاله، أعنى به العالم القمقام، صفوة النبلاء الأعلام، المولوى السيد محمد نذير حسين حفظه الله عن المعرة والشين، لازالت بدور فوائده طالعة من مطالع الحديث والقرآن، وشموس معارفه مشرقة من آفاق التبيان أحلى أن يجتنى من ثمار معانيه فى بساتين الكلام، وأشهى ما يستلذ به من فواكه تبيانه أولوا الأفهام، صانه الله الكبير المتعال عن شر عين الكمال، وأبقاه مدى الزمان سالمًا عن مطاعن أهل البدعة والطغيان بحرمة سيد الثقلين، جد الحسن والحسين. آمين.(معیار الحق=نسخہ قدیمہ:ص:۲۴۸)

شیخ ابوعبداللہ غلام علی قصوری: فصاحب المعيار أثبت عدم وجوبه (التقليد) بالبراہين الساطعة والحجج القاطعة، وما أوردہا مسألة إلا وأسندہا إلى الكتاب والسنة السنية، وما أتى بدعوى إلا واستشهد عليہا بروايات الثقات والنقول المعتبرات من كتب سادات الحنفية، ولعمرى إن الكتاب والسنة وأقوال المجتهدين وإجماع المسلمين يؤيد قوله، ولا يحوم الباطل بوجه من الوجوه حوله، وليس قولى هذا بالتقليد واقتفاء الأقاويل، قلته بعد التحقيق وصرف الأنظار، وإنى قد صرفت برهة من الزمان وبضعة من الأيام من قبل ذلك فى تحقيق تلك المسألة، فصفحت لذلك كثيرا من الكتب والرسائل القديمة والجديدة، وتتبعت أقوال المتقدمين والمتأخرين، حتى صرت منہا على اليقين، فلله درُّه وعلى الله أجره؛ حيث أوقد شموع الهداية فى زمان شيوع الظلمة، ونطق بالحق وقت خمول السنة، ونموِّ فروع البدعة...(ص:۲۴۸)

شیخ احمد اللہ تلمیذ شیخ ابوعبداللہ: إنی طالعت معيار الحق للأوحد الكامل، محط رحال الأفاضل، محى السنة، ماحى البدعة، وحيد زمانه، فريد أوانه، مولانا وبالفضل أولانا، المشتهر فى الخافقين السيد محمد نذير حسين،جزاه الله عنا خير الجزاء فى الدارين، وطالعت ذلك الكتاب من أوله إلى آخره، واطلعت على باطنه وظاهره فوجدته محلى بيواقيت التحقيق وجواهره، ودرر فريد التدقيق وزواهره، جامع للمواهب اللطيفة والمطالب الشريفة، مرقاة للصعود على منازل الحق إلى الدرجات العلى، وملجاة للنجاة فى طريق الصدق من الظلمات الدجى، فإنه خلاصة توضيح المحققين، وتنقيح المدققين، كل مطالبه مبين، وجل مقاصده مبرهن، غاية تقريب، نهاية تهذيب، بادره يا طالب الحق! إنه مغتنم، وعند فحول العلماء مسلَّم، واجعله عقد جيدك، والفوز به عيدك، فإنه أورد فيه النصوص القطعية من الآيات والأحاديث والنقول المعتبرة من فقهاء المذاهب الأربعة، مؤيدة لمدعاه، مؤكدة لما ادعاه، بحيث لم يبق لمخالفه دليل، ولا لفارّ من الحق سبيل، ولا تغتر بهذيانات صاحب التنوير، فإنه لا دليل له من صحاح الحديث، ولا الكتاب المنيز، والحق ما أفاده مولانا فى المعيار، كما لا يخفى على الأخيار، فجعل الله حجته بالغة وكلمته عالية.(ص:۲۴۹)

شیخ محمد پنجابی خلف الصدق شیخ بارک اللہ: أما بعد! فهذا الكتاب المطابق بالمسمى معيار الحق بل عين الحق، حقيق بالقبول، لا مجال للعدول عنه لأهل الحق والإنصاف، وإن أنكره أهل التعصب والاعتساف، ألفه أستاذنا ومولانا المحقق المدقق الكامل فى فن الفقه من الأصول والفروع والتفسير والحديث: السيد محمد نذير حسين،أدام الله فيوضه، ولقد كنا مترددين فى هذه المسألة المعضلة، فكشف عنها حجابها، فاستنارت كالقمر ليلة البدر، جزاه الله عنا وعن سائر المسلمين خير الجزاء فى الدارين، قال الله تعالیٰ: والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا، وإن الله لمع المحسنين.(ص:۲۵۰)

استاد جناب میر حسن شاہ قادری فاضلی بٹالوی: أما بعد! فلما كان علم الفقه أعظم العلوم قدرًا وأعلاها منزلةً، وأرفعها شأنا وأسناها برهانا، وكانت مسألة وجوب تقليد إمام واحد وعدم وجوبه من أدقّ مسائله وأغمضها، قد تحيرت فيها أفهام الأذكياء، وتقعس عن تحقيقها أذهان الفضلاء، فصنَّف فيها الفاضل النحرير العلامة، والفاضل الجليل الفهامة، متصدر الفضلاء المدرسين، فخر العلماء الراسخين، الفقيه الذى تزينت بدرسه المساجد والمدارس، واحتاج إلى تفريع منطوقه ومفهومه كل الذاكر والمدرس، أحيي دروس المدارس وزان دروسها، وجمَّل صدور المجالس، وأطلع شموسها، عمدة المفتين المحققين، قدوة المحدثين المدققين،

المبرأ عن الشين، مولانا السيد محمد نذير حسين، لازالت شموس فضائله لامعة، وأنوار جلائله ساطعة كتابًا سمَّاه: معيار الحق، بإلهام الله الملهم للصواب، ولعمرى إن ذلك الكتاب لا ريب فى أنه فى المسألة فصل الخطاب، يسلك بمن يتأمل فيه سبيل الرشاد، ويخلع ربقة وجوب تقليد الإمام الواحد أعناق العباد، فإنه برهن فيه على ما هو الحق الحقيق: مِن أن التقليد لإمام من أئمة الهدى واجب، وتقليد الإمام الواحد المعين غير لازب، كيف وهو هوس من هوساتهم، لم يأتوا عليه بسلطان مبين، وما أيدوه إلا بأقوال المقلدين لا المجتهدين، فضلا عن النص الصريح أو الحديث المأثور من سيد المرسلين، جزاه الله خير الجزاء ، وجعل سعيه مشكورًا، وكلامه بين أہل الحق مقبولًا ومشہورًا.

شیخ حافظ عمر الدین ہوشیار پوری: كتاب المعيار الذى صنفه مولانا المحقق المدقق، قدوة العلماء المتبحرين، أسوة الفضلاء والمحدثين: السيد محمد نذير حسين، أدام الله فيوضه فى الملوين (؟)، كتاب يشتمل على الحق، والحق لا ينفك عنه، والباطل لا يحوم حوله، والحق إنّ هكذا كان طريق السلف والخلف، وما كان أحد يرى تقليد أحد واجبًا على أحد، ولقد رأيت فى الطحطاوى موافقًا لما فى ہذا الكتاب...(ص:۲۵۱)

شیخ برہان الدین: أما بعد! فما حققه العلامة المدقق الفهامة المحقق، سند المحدثين، حجة المفسرين، مروّج التوحيد والسنة، ماحى الشرك والبدعة، طالب الحسنيين: السيد المولوى محمد نذير حسين، رزقه الله خدمة سنته سيد الثقلين = فى معيار الحق فهو عندى الحق المأمور به المطاع، ولعمرى هو الحقيق الحق بالاتباع.(ص:۱۵۲)

اس کے علاوہ متعدد اہل علم کے عربی رفارسی اور اردو میں کلماتِ اعتراف درج ہیں۔جنہیں ہم بخوفِ طوالت قلم انداز کرتے ہیں۔

تنقیدات وجوابات: کتاب (انتصار الحق از: ارشاد حسین رامپوری) کا شیخ الکل محدث دہلوی مرحوم کے متعدد تلامذہ واہل علم نے علمی جواب دیا، یہ کل چار جوابات تھے۔

- براهين اثنا عشريه: مؤلف: مولانا امیر حسن سہسوانی، انتصار کے چھپنے کے بعد محض ایک دن میں یہ مکمل جواب لکھا،لوگ انگشت بدنداں تھے کہ آخر ایک رات میں کیسے کوئی کتاب لکھی جاسکتی ہے۔
- تلخيص الأنظار فيما بنى عليه الانتصار: یہ کتاب مطبع فاروقی دہلی سے تقریباً بیس صفحات پر بڑے سائز پر طبع ہوئی۔سن تالیف ۱۲۹۰ھ ہے۔

●اختیار الحق: مؤلف: مولانا قاضی محمد احتشام الدین مرادآبادی، یہ کتاب صفحات پر بڑے سائز پر مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہوئی۔

●البحر الزخار لإزهاق صاحب الانتصار: مؤلف: مولانا شہود الحق عظیم آبادی، مطبع فاروقی دہلی سے صفحات پر بڑے سائز پر شائع ہوئی۔

طباعتیں: کتاب متعدد بار شائع ہوچکی ہے، کچھ اہم طباعتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

●پہلی بار مطبع فاروقی۔ دہلی سے ۱۲۸۳ھ میں ۲۶۸ صفحات پر شائع ہوئی۔

●ایک اشاعت مطبع رحمانی۔ دہلی سے ۱۳۳۷ھ=۱۹۱۹ء کو ہوئی۔

●پھر ایک طویل عرصہ بعد مولانا حنیف یزدانی رحمہ اللہ نے اپنے اشاعتی ادارہ مکتبہ نذیریہ لاہور پاکستان سے شائع کی۔ تحقیق وتخریج کے فرائض مولانا محمد عبدہ رحمہ اللہ نے انجام دیئے، مراجع کی کمی کے باعث یہ تخریج ناقص رہ گئی تھی۔

●پھر مولانا ابوانس گوندلوی حفظہ اللہ نے مزید تحقیق وجستجو کر کے مولانا عبدہ والے نسخے کو سنوارا، اور جو کمیاں رہ گئیں تھیں ان کی اصلاح وتکمیل کی اور اپنے اشاعتی ادارہ مکتبہ تعلیم القرآن والحدیث سیالکوٹ۔ پاکستان سے مئی/۲۰۰۷ء میں شائع کیا۔ اس پر مقدمہ شیخ الحدیث مولانا اسماعیل سلفی گجرانوالہ مرحوم کا ہے، اسے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ عمدہ ترین نسخہ ہے۔ کل ۳۹۴ صفحات پر مکمل ہوتی ہے۔

●اسی نسخہ کو بنیاد بنا کر محترم حافظ شکیل احمد میرٹھی/حفظہ اللہ نے اپنے اشاعتی ادارہ دارالکتب الاسلامیہ، دہلی سے شیخ الکل پر ہوئے سیمینار کی مناسبت سے ۲۰۱۷ء میں عمدگی سے شائع کیا، لیکن کہیں کہیں غلطیاں نظر آرہی ہیں، پھر بھی جو ہے وہ بہت غنیمت ہے، عمدہ طباعت اور دیدہ زیب پیرہن میں۔

عربی ترجمہ: ایک اہم بات یہ ہے کہ اس کتاب کی تعریب/عربی ترجمہ حضرت العلام شیخ محمد عزیر شمس رحمہ اللہ وغفرلہ نے مکمل کرلیا تھا، خاکسار کو مکمل عربی نسخہ دیکھنے کی سعادت حاصل ہے، اس میں مولانا سلام اللہ دہلوی مرحوم کی شرح موطا کے کچھ حوالے رہ گئے تھے، وجہ یہ تھی کہ یہ شرح اب تک مخطوط تھی، لیکن ادھر کچھ عرصہ ہوا مکمل شائع ہوچکی ہے، لہٰذا ان حوالوں کی تکمیل کے بعد اسے جلد از جلد شائع کیا جانا چاہیے، کہ ہمارے اس عہد کی اہم ترین علمی پیش رفت ہے۔ اللہم وفق۔

موارد ومراجع: ذیل میں ہم شیخ الکل محدث دہلوی کی اس اہم کتاب معیار الحق بجواب تنویر الحق کے اہم علمی موارد ومراجع یہاں نقل کرتے ہیں، جن سے آپ نے خصوصی استفادہ کیا، یا جن کے حوالے زیادہ آئے ہیں، کہ جس کی علمی دنیا میں اہمیت ہے، کچھ کتابیں اس دور میں شائع نہیں تھیں، یا دستیاب نہیں تھیں، تو شیخ کے پاس ان کے

مسودات تھے، جن سے گاہے بگاہے استفادہ جاری رہتا تھا، خاکسار نے آپ کی لائبریری کے متعدد قدیمی نسخے دیکھے ہیں، جو ہمدرد لائبریری- دہلی میں موجود تھے، بلکہ آپ کی جملہ کتابوں کا باقی ماندہ ذخیرہ بنام نذیریہ کلیکشن عرصہ تک موجود تھا، لیکن کچھ عرصہ قبل یہ قیمتی ذخیرہ نہ جانے کس مصلحت کے پیش نظر دیگر کتابوں کے ساتھ ضم کر دیا گیا، ذمہ داروں سے پتہ کیا تو بتایا گیا کہ جگہ کی قلت ہے، چار پانچ منزلہ عظیم الشان لائبریری میں جگہ کی قلت کا شکوہ شاید کسی کے لیے بھی ناقابل فہم ہو۔ بہر حال ممکن ہے کوئی قابل قبول سبب ہو، اب یہاں کتاب سے متعلقہ اہم موارد ومراجع ملاحظہ فرمائیں۔ اس وضاحت کے ساتھ کہ مشاہیر کتب حدیث ودیگر کتب ستہ وسنن وغیرہ کا ہم نے یہاں ذکر نہیں کیا۔

(۱) اختلاف الحدیث	امام محمد بن ادریس شافعی
(۲) الاستیعاب	امام ابن عبد البر اندلسی
(۳) الاشباہ والنظائر	علامہ ابن نجیم حنفی
(۴) إمعان النظر	علامہ محمد اکرم حنفی
(۵) إیضاح الحق الصریح فی أحکام المیت والضریح	علامہ شاہ محمد إسماعیل دہلوی شہید
(۶) البحر الرائق شرح کنز الدقائق	علامہ ابن نجیم حنفی
(۷) بستان المحدثین	علامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی
(۸) بلوغ المرام من أدلۃ الاحکام	امام ابن حجر عسقلانی
(۹) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق	علامہ عثمان بن علی زیلعی
(۱۰) التحریر مع التقریر والتحبیر	علامہ ابن الحاج حنفی
(۱۱) تدریب الراوی شرح تقریب النواوی	امام حافظ جلال الدین سیوطی
(۱۲) تذکرۃ الموضوعات	علامہ محمد طاہر پٹنی
(۱۳) الترغیب والترہیب	امام حافظ عبد العظیم المنذری
(۱۴) تفسیر احمدی	علامہ احمد ملاجیون
(۱۵) تفسیر بیضاوی	علامہ قاضی ناصر الدین بیضاوی
(۱۶) تفسیر عزیزی	علامہ شاہ عبد العزیز دہلوی
(۱۷) تفسیر مظہری	علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی
(۱۸) تفسیر نیساپوری	علامہ نظام الدین نیساپوری
(۱۹) تقریب التہذیب	امام حافظ ابن حجر

(۲۰)تقویۃ الایمان	علامہ شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی
(۲۱)التلویح علی التوضیح (لمتن التنقیح فی اصول الفقہ)	علامہ سعد الدین تفتازانی
(۲۲)تنویر العینین فی اِثبات رفع الیدین	علامہ شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی
(۲۳)التوضیح	علامہ صدر الشریعہ عبید اللہ المحبوبی
(۲۴)تہذیب التہذیب	امام ابن حجر
(۲۵)تہذیب الاسماء	امام یحییٰ بن شرف النووی
(۲۶)جامع بیان العلم	امام ابن عبد البر اندلسی
(۲۷)حجۃ اللہ البالغۃ	علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
(۲۸)در المختار مع رد المحتار	علامہ محمد علاء الدین حصکفی
(۲۹)رد المحتار	علامہ ابن عابدین شامی
(۳۰)رسالہ وصیہ وآخر تفہیمات	علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
(۳۱)سفر السعادت	علامہ فیروز آبادی
(۳۲)سیر اعلام النبلاء	امام شمس الدین ذہبی
(۳۳)شرح السنہ	امام بغوی
(۳۴)شرح مسلم (المنہاج فی شرح مسلم بن الحجاج)	امام نووی
(۳۵)شرح معانی الآثار	امام طحاوی
(۳۶)شرح نخبۃ الفکر	امام حافظ ابن حجر
(۳۷)معجم طبرانی کبیر واوسط وصغیر	امام ابو القاسم سلیمان طبرانی
(۳۸)طبقات الشافعیہ	علامہ تاج الدین سبکی
(۳۹)طحطاوی (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار)	علامہ احمد بن محمد طحطاوی
(۴۰)عقد الجید	علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
(۴۱)علل الترمذی	امام ابو عیسیٰ ترمذی
(۴۲)عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری	علامہ بدر الدین عینی
(۴۳)عقائد نسفی	علامہ عمر بن محمد نسفی
(۴۴)غمز عیون الابصار شرح الاشباہ والنظائر	علامہ سید احمد مصری
(۴۵)غنیۃ المتسملی شرح منیہ المصلی	شیخ ابراہیم حلبی
(۴۶)فتاویٰ بزازیہ حاشیہ برفتاویٰ عالمگیری	شیخ محمد بن محمد بن شہاب ابن البزاز
(۴۷)فتاویٰ عالمگیری	اورنگ زیب عالمگیر نے علماء کی ایک ٹیم سے فقہ حنفی پر یہ فتاوی تیار کرایا تھا۔

(۴۸) فتح الباری شرح صحیح البخاری	امام حافظ ابن حجر
(۴۹) فتح القدیر شرح ہدایۃ	علامہ کمال ابن الہمام حنفی
(۵۰) فتح المغیث	امام شمس الدین سخاوی
(۵۱) فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت	علامہ عبدالعلی انصاری
(۵۲) قواعد الاحکام	امام عز بن عبدالسلام حنفی
(۵۳) الکامل فی ضعفاء الرجال	امام ابن عدی الجرجانی
(۵۴) کتاب الموضوعات	امام ابوالفرج الاصفہانی
(۵۵) کتاب الیواقیت والجواہر	شیخ عبدالوہاب شعرانی
(۵۶) لسان المیزان	امام حافظ ابن حجر
(۵۷) اللآلی المصنوعہ	امام جلال الدین سیوطی
(۵۸) لمعات التنقیح شرح مشکاۃ المصابیح	علامہ عبدالحق محدث دہلوی
(۵۹) مجمع البحار	علامہ طاہر پٹنی
(۶۰) مجمع الزوائد	امام نورالدین علی الہیثمی
(۶۱) المحلی	امام ابن حزم اندلسی
(۶۲) المختصر المنتہی الاصولی ملحق مسلم الثبوت	امام ابن حاجب مالکی
(۶۳) المدخل إلی السنن الکبریٰ	امام ابوبکر البیہقی
(۶۴) مرقاۃ المصابیح شرح مشکاۃ المصابیح	علامہ ملا علی قاری
(۶۵) المستدرک علی الصحیحین	امام ابوعبداللہ الحاکم
(۶۶) مسلم الثبوت	علامہ سلامہ بہاری
(۶۷) المقاصد الحسنہ	امام سخاوی
(۶۸) مقدمہ فی علوم الحدیث	امام ابن الصلاح
(۶۹) المواہب اللطیفہ شرح مسند ابی حنیفہ	علامہ عابد سندھی
(۷۰) میزان الاعتدال	امام ابوعبداللہ الذہبی
(۷۱) میزان الکبریٰ	شیخ عبدالوہاب شعرانی
(۷۲) نورالانوار	شیخ ملاجیون
(۷۳) وفیات الاعیان	امام ابن خلکان
(۷۴) ہدایہ	علامہ برہان الدین مرغینانی
(۷۵) ھدی الساری مقدمہ فتح الباری	امام حافظ ابن حجر عسقلانی

تسبیحِ الٰہی اور اس کے فوائد

ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ مدنی (استاذِ حدیث جامعہ سلفیہ بنارس)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وصحبه اجمعين ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين، اما بعد:

آج دنیا کا ہر انسان مصروف ہے، مغموم ومحزون ہے، طرح طرح کے آلام ومصائب میں گرفتار ہے، ذہنی الجھنوں کا شکار ہے، قلبی طور پر بے چین و پریشان ہے ان تمام پریشانیوں کا سب سے نفع بخش اور بہترین علاج ایمان باللہ اور ذکر الٰہی ہے، ذکر ایک مومن کو زندہ رکھتی ہے، اس کے ایمان کو تازگی عطا کرتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾ ''دلوں کو چین وسکون ذکرِ الٰہی سے حاصل ہوتا ہے''۔[الرعد:۲۸]

انہی ذکرواذکار میں ایک عظیم ذکر ''تسبیح'' ہے جو انسان کو مشکلات اور مصیبتوں سے نجات دیتی ہے، غم واندوہ کو دور کرتی ہے، خوشی اور سکون عطا کرتی ہے، چہرے اور جسم کو منور کرتی ہے، گناہوں کی مغفرت کا سبب بنتی ہے، دنیا و آخرت میں کامیابی عطا کرتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ تسبیح، اللہ تعالیٰ کی محبت اور رضا حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، درجات کی بلندی کا سبب ہے، اور یہ کوئی مشکل عمل نہیں بلکہ نہایت ہی آسان عبادت ہے۔ اس کے لیے کسی خاص مشقت یا بڑے اہتمام کی ضرورت نہیں پڑتی۔ مسلمان ہر حالت میں، کام کے دوران، سفر وحضر میں، چلتے پھرتے اور روزمرہ کی مصروفیات کے ساتھ بھی تسبیح کرسکتا ہے۔ یہ ایسی عبادت ہے جس کے لیے صرف زبان اور ہونٹوں کو حرکت دینا کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اس نہایت آسان عمل پر بے شمار اجر وثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔ یہ اس کی رحمت ہے کہ وہ تھوڑے عمل پر بہت زیادہ بدلہ عطا فرماتا ہے۔ اس مختصر مضمون میں قارئین کرام کے لیے ہم تسبیحِ الٰہی اور اس کے فوائد سے متعلق چند اہم باتیں پیش کریں گے۔

تسبیح کا معنیٰ ومفہوم:

تسبیح کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کو ہر قسم کے نقص وعیب سے پاک قرار دینا۔[مقاييس اللغة:۱۵۲/۳]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تسبیح کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:'' تعظيم جلال الله'' یہ اللہ کے جلال کی تعظیم ہے۔[الدعاء للطبرانی، ص:۵۰۰، رقم:۱۷۶۲]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے فرمان فَسُبْحَانَ اللَّهِ.[الانبیاء:۲۲] کے بارے میں فرمایا:

تنزيه الله نفسه عن كل سوء. اللہ نے اپنے آپ کو ہر برائی سے پاک قرار دیا ہے۔[تفسیر ابن ابی حاتم: ۱۱ ۲۳/۴، الدعاء للطبرانی، ص:۴۹۹، رقم:۱۷۵۷]

معمر بن المثنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سبحان الله: تنزيه الله وتبرئته. سبحان اللہ: اللہ کی پاکیزگی اور اس کو برائی سے بری قرار دینا ہے۔[الدعاء للطبرانی، ص:۵۰۰]

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کلمہ (سبحان اللہ): اللہ تعالیٰ کی ذات سے تمام صفاتِ نقص کی نفی کے ساتھ ساتھ لازمی طور پر اس کی عظمت وبزرگی کے اثبات کو شامل ہے، گویا کہ تسبیح، اللہ تعالیٰ کو ہر طرح کی برائی سے بری قرار دینے کے ساتھ ساتھ اس کی تعظیم کرنے کا نام ہے''۔[درء تعارض العقل و النقل، ۱۷۷/۶]

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کلمہ (سبحان اللہ) کا مطلب اللہ تعالیٰ کو ان تمام چیزوں سے پاک اور عظیم وبلندو بالا ماننا ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں''۔[حادی الارواح، ۴۱۷]

تسبیح کے اطلاقات:

تسبیح کا لفظ عام طور پر اللہ کی تعظیم کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اس کا اطلاق نماز پر بھی ہوتا ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''قرآن میں جہاں کہیں بھی تسبیح کا ذکر آیا ہے، اس سے مراد نماز ہے''[تفسیر طبری، ۱۹۱/۱۹]

اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:﴿فَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَى﴾

''پس کفار مکہ (آپ کے بارے میں) جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کیجیے اور اپنے رب کی حمد وثنا بیان کرنے کے لیے تسبیح پڑھیے، آفتاب طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اور رات کے کچھ اوقات میں بھی تسبیح پڑھیے، اور دن کی ابتدا اور انتہا کے وقت تاکہ آپ خوش رہیے''۔[طہ:۱۳۰] یہاں تسبیح سے مراد نماز ہے۔[تفسیر طبری، ۲۰۹/۱۶]

اسی طرح سنت میں بھی تسبیح سے مراد نماز کا ذکر ملتا ہے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَبِّحُ عَلَى الرَّاحِلَةِ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ، وَيُوتِرُ عَلَيْهَا، غَيْرَ أَنَّهُ لاَ يُصَلِّي عَلَيْهَا المَكْتُوبَةَ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر نفل پڑھ لیتے تھے وہ جدھر بھی منہ کر لیتی، اور نماز وتر بھی اسی پر پڑھ لیتے تھے، البتہ فرض نماز سواری پر نہیں پڑھتے تھے۔[صحیح بخاری:۱۰۹۸، صحیح مسلم:۷۰۰]

تسبیح کا اطلاق عمومی ذکر پر بھی ہوتا ہے۔ایک حدیث میں ہے:"رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْقِدُ التَّسْبِيحَ" میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسبیح گنتے ہوئے دیکھا۔[سنن ابی داؤد:۱۵۰۲،سنن ترمذی:۳۴۱۱، سنن نسائی:۱۳۵۵، قال الالبانی صحیح]

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"تسبیح سے مراد ذکرِ الٰہی کی جنس ہے، کہا جاتا ہے:فلان یسبح ، فلاں اللہ کی تسبیح بیان کر رہا ہے۔اور اس میں (تہلیل) لا الہ الا اللہ، اور (تحمید) الحمد للہ کہنا بھی داخل ہے، اسی معنی میں "سباحۃ" اس انگلی کو کہا گیا ہے، جس سے اشارہ کیا جاتا ہے، کیونکہ اس کے ذریعے توحید کے لیے اشارہ کیا جاتا ہے، اور کبھی تسبیح سے مراد بندے کا قول "سبحان اللہ" بھی ہوتا ہے، اس اعتبار سے لفظ تسبیح خاص ہوگا۔[جامع المسائل لابن تیمیة: ۲۹۲/۳]

تسبیح کی اہمیت:

تسبیح کی اہمیت اور اس کے مقام و مرتبے کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ قرآنِ کریم میں اس کا بار بار ذکر آیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے کئی سورتوں کا آغاز تسبیح سے فرمایا، بلکہ کچھ سورتیں ایسی ہیں جنہیں "ذواتُ التسبیح" کہا جاتا ہے۔قرآن میں تسبیح کا ذکر اسّی (۸۰) سے زائد مرتبہ آیا ہے، اور سات سورتوں (سورہ اسراء، حدید، حشر، صف، جمعہ، تغابن اور اعلیٰ) کی ابتداء تسبیح سے کی گئی ہے۔ان میں مختلف انداز ماضی، حال اور مستقبل استعمال ہوئے ہیں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾[الحدید:۱]اور فرمایا:﴿يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾[الجمعہ:۱]اور فرمایا:﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾[الأعلى :۱]

شریعت میں تسبیح کی اہمیت بہت زیادہ ہے کیونکہ اس کا تعلق توحید اسماء وصفات اور اللہ تعالیٰ کو صفاتِ نقص سے پاک قرار دینے اور اسے ان چیزوں سے بری کرنے سے ہے، جو اس کی شریعت، تخلیق اور حکم میں اس کی شان کے لائق نہیں۔[مجموع الفتاوی:۱۲۳/۱۶]

اور تسبیحِ اعتقادی واجب ترین واجبات میں سے ہے۔چاہے یہ اللہ کی ربوبیت، الوہیت، یا اس کے اسماء وصفات کے بارے میں ہو، یا اس کی تخلیق اور احکامات کے بارے میں ہو۔[جامع الرسائل:۱۳۰/۱،ومنہاج السنة:۵۲۲/۲]

رہی بات زبانی تسبیح کی، تو جمہور علماء کے نزدیک نماز میں اور نماز کے علاوہ مستحب ہے، جبکہ بعض علماءِ سلف نے نماز میں زبانی تسبیح کو واجب قرار دیا ہے۔[شرح السنة للبغوی:۱۰۳/۳]

تسبیح کی اہمیت اور اس کے مقام و مرتبہ کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ ساری کائنات (انس و جن، چرند و پرند، جمادات و

نباتات) سب اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا﴾

”ساتوں آسمان اور زمین اور ان کے مابین میں جو مخلوقات پائی جاتی ہیں سبھی اس کی پاکی بیان کرتی ہیں اور ہر چیز صرف اسی کی حمد وثنا اور پاکی بیان کرنے میں مشغول ہے لیکن تم لوگ ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہو، وہ بے شک بڑا بردبار، بڑا معاف کرنے والا ہے“۔[الاسراء:۴۴]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ساتوں آسمان، زمین اور ان میں موجود تمام مخلوقات اُس کی پاکی بیان کرتی ہیں، اُس کو ہر عیب ونقص سے پاک ٹھہراتی ہیں، اُس کی تعظیم واجلال کرتی ہیں اور اُسے اُن باتوں سے بلند وبالا قرار دیتی ہیں جو یہ مشرکین کہتے ہیں۔ اور یہ سب اُس کی ربوبیت اور الوہیت میں اُس کی وحدانیت کی گواہی دیتے ہیں، کیونکہ ہر چیز میں اُس کی وحدانیت کی ایک نشانی موجود ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرمان:﴿وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی مخلوق ایسی نہیں جو اللہ کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح نہ کرتی ہو۔ ﴿وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ﴾ یعنی اے لوگو! تم اُن کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے، کیونکہ وہ تمہاری زبان اور لغت کے برخلاف ہے۔ یہ حکم عام ہے: جانور، پودے اور یہاں تک کہ بے جان چیزیں بھی سب اللہ کی تسبیح کرتی ہیں۔[تفسیر ابن كثير:۷۸/۵]

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان:﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرُ صَافَّاتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ﴾

”کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں اور زمین کی کل مخلوق اور پنکھ پھیلائے اڑنے والے کل پرندے اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مشغول ہیں۔ ہر ایک کی نماز اور تسبیح اسے معلوم ہے لوگ جو کچھ کرتے ہیں اللہ اس سے بخوبی واقف ہے“۔ [النور:۴۱]

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان:﴿وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ﴾

”اور بجلی اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اور فرشتے اس کے خوف سے (تسبیح کرتے ہیں) اور وہ کڑک دار بجلیاں بھیجتا ہے، پھر جس پر چاہتا ہے ان کے ذریعے مار دیتا ہے، اور وہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے رہتے ہیں،

حالانکہ وہ سخت قوت والا ہے“۔[الرعد:۱۳]

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان:﴿إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ﴾

”بیشک ہم نے پہاڑوں کو اُس کے (حضرت داؤد علیہ السلام کے) ساتھ مسخر کر دیا تھا، وہ سب شام اور صبح کے وقت تسبیح کرتے تھے“۔[ص:۱۸]

کن مقامات پر تسبیح مشروع ہے؟

دورانِ نماز سات مقامات پر تسبیح مشروع ہے۔ دعائے استفتاح میں، رکوع اور سجدے میں، سجدہ والی آیت پڑھنے کے وقت، نمازی کا امام کو کسی امر طاری پر متنبہ کرنے کے لیے، سورہ فاتحہ پڑھنے کے بدلے میں وہ شخص تسبیح پڑھے جسے سورہ فاتحہ یاد نہ ہو، اور نمازوں کے بعد، اور اسی طرح پست زمین میں اترنے کے وقت، بجلی کی گرج سننے کے وقت، حیرت وتعجب کے وقت، سونے کے وقت اور ان کے علاوہ دیگر مقامات میں تسبیح مستحب ہے۔[التسبیح فی الکتاب والسنۃ:۲/۱۱۰،۱/۵۱۴]

تسبیح کے فوائد:

تسبیح کے بے شمار دنیوی واخروی فوائد ہیں۔ ان میں سے بعض اہم فوائد درج ذیل ہیں:

۱۔ تسبیح ضیقِ صدر (بے چینی) کا بہترین علاج ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے:﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ﴾ ”اور ہم جانتے ہیں کہ (اے نبی ﷺ) جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں اس سے آپ کا سینہ تنگ ہو جاتا ہے۔ پس آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کیجیے اور سجدہ کرنے والوں میں شامل ہو جائیے“۔[الحجر:۹۷۔۹۹]

۲۔ تسبیح غم ومصیبت سے نجات کا ذریعہ اور دعاؤں کی قبولیت کا وسیلہ ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:﴿فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ . لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ﴾ ”اگر وہ (یونس علیہ السلام) تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے، تو قیامت کے دن تک مچھلی کے پیٹ میں ہی رہتے“۔[الصافات:۱۴۳۔۱۴۴]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دَعْوَةُ ذِي النُّونِ إِذْ دَعَا وَهُوَ فِي بَطْنِ الحُوتِ: لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ، فَإِنَّهُ لَمْ يَدْعُ بِهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ فِي

شَیْءٍ قَطُّ إِلاَّ اسْتَجَابَ اللّٰہُ لَہُ.'' ذوالنون (یعنی حضرت یونس علیہ السلام) کی وہ دعا جوانہوں نے مچھلی کے پیٹ میں مانگی تھی: لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَکَ إِنِّی کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِینَ جب بھی کوئی مسلمان کسی حال میں یہ دعا مانگتا ہے،تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی دعا قبول فرماتا ہے۔[جامع ترمذی:۳۵۰۵،قال الالبانی صحیح]

۳۔تسبیح کی وجہ سے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں گرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے مانند بہت زیادہ ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ قَالَ: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہِ، فِی یَوْمٍ مِائَۃَ مَرَّۃٍ، حُطَّتْ خَطَایَاہُ، وَإِنْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ۔ ''جس نے ایک دن میں سو مرتبہ ''سبحان اللہ وبحمدہ'' کہا اس کے تمام گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں خواہ سمندر کی جھاگ کی مانند ہوں''۔[صحیح بخاری:رقم:۶۴۰۵،و صحیح مسلم:۲۶۹۱]

۴۔تسبیح پر عظیم ترین اجروثواب ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مَنْ قَالَ حِینَ یُصْبِحُ وَحِینَ یُمْسِی سُبْحَانَ اللَّہِ وَبِحَمْدِہِ مِائَۃَ مَرَّۃٍ لَمْ یَأْتِ أَحَدٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِأَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِہِ إِلَّا أَحَدٌ قَالَ مِثْلَ مَا قَالَ أَوْ زَادَ عَلَیْہِ". ''کوئی شخص اگر صبح وشام سو بار (سبحان اللہ وبحمدہ) کہے تو قیامت کے روز کوئی شخص اس سے بہتر عمل لے کر نہیں آئے گا،سوائے اس کے جو اسی کے مثل (یہ کلمات) کہے یا اس سے زیادہ بار کہے''۔[صحیح مسلم:۲۶۹۲]

۵۔تسبیح اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ألا أخبرک بأحب الکلام إلی اللہ؟ قلت: یا رسول اللہ أخبرنی بأحب الکلام إلی اللہ، فقال:"إن أحب الکلام إلی اللہ: سبحان اللہ وبحمدہ". ''کیا میں تمہیں اللہ کے نزدیک سب سے محبوب کلمہ نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے ضرور بتایئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے نزدیک سب سے محبوب کلمہ (سبحان اللہ وبحمدہ) ہے''۔[صحیح مسلم:۲۷۳۱]

علماء کہتے ہیں کہ یہ حکم عام انسانوں کی بات چیت پر محمول ہے، ورنہ قرآن سب سے افضل کلام ہے، اور اسی طرح قرآن کی تلاوت مطلق تسبیح وتہلیل سے بھی افضل ہے۔البتہ اگر کسی خاص وقت یا حالت میں مسنون اذکار وارد ہوں تو ان میں مشغول ہونا افضل ہے اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ یہ ذکر کے بہترین اقسام میں سے

ہے۔

۶۔تسبیح کے بدلے جنت میں درخت لگایا جاتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من قال: سبحان الله العظيم وبحمده، غرست له نخلة في الجنة. ”جوشخص یہ کہے: سبحان اللہ العظیم وبحمدہ،تو اس کے لیے جنت میں ایک درخت لگایا جاتا ہے“۔[جامع ترمذی: ۳۴۶۹،قال الالبانی صحیح]

۷۔تسبیح قیامت کے دن میزان میں بہت بھاری ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ. ”دو کلمے ایسے ہیں جو رحمان کو بہت ہی پسند ہیں، زبان پر بڑے ہلکے پھلکے ہیں، قیامت کے دن اعمال کے ترازو میں بہت بھاری ہوں گے۔ وہ یہ ہیں: (سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم)۔[صحیح بخاری:۷۵۶۳،صحیح مسلم:۲۶۹۴]

۸۔تسبیح روزانہ ایک ہزار نیکیاں حاصل کرنے کا وظیفہ ہے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا ہم نبی ﷺ کے پاس تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: أيعجز أحدكم أن يكسب، كل يوم ألف حسنة؟ فسأله سائل من جلسائه: كيف يكسب أحدنا ألف حسنة؟ قال: يسبح مائة تسبيحة، فيكتب له ألف حسنة، أو يحط عنه ألف خطيئة. ”کیا تم میں سے کوئی اس بات سے عاجز ہے کہ وہ ہر دن ایک ہزار نیکیاں کمالے؟ صحابۂ کرام میں سے ایک صحابی نے عرض کیا: ہم میں سے کوئی کس طرح ایک ہزار نیکیاں کما سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ سو مرتبہ تسبیح پڑھ لے، تو اس کے لیے ایک ہزار نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں، یا اس سے ایک ہزار گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں“۔[صحیح مسلم:۲۶۹۸]

محترم قارئین! یہ تھیں تسبیح کی چند فضیلتیں۔ پس ہمیں چاہیے کہ ہم اس نیک کام میں بخل نہ کریں اور تسبیح کو کثرت کے ساتھ پڑھنے کی پوری کوشش کریں۔ یہ دراصل اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تعمیل ہے جس میں ارشاد فرمایا گیا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾ ”اے ایمان والو! اللہ کو کثرت کے ساتھ یاد کرو، اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرتے رہو“۔[الاحزاب:۴۱۔۴۲]

(قسط:۳)

علامہ محمد عزیر شمس رحمہ اللہ کے محاضرات کا تحریری سلسلہ۔ محاضرہ نمبر (۳)

برصغیر میں علماء اہل حدیث کی خدمات

مرتب: ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی

مطبع کے سلسلہ میں ذکر کروں ایک مطبع خلیلی آرہ (۱) کے نام سے ہے، یہ مدرسہ احمدیہ آرہ (۲) کے زیر اہتمام تھا، وہاں سے حدیث کی کئی کتابیں، نصابی کتابیں بھی اور ترجمہ شدہ کئی کتابیں چھپتی تھیں، ان میں ایک کتاب الادب المفرد، دنیا میں پہلی بار سنہ ۱۳۰۶ھ (۱۸۸۹ء) میں اسی مطبع سے چھپی اور اس کا دنیا میں سب سے پہلا ترجمہ سلیقہ کے نام سے مولانا عبد الغفار رحمہ اللہ نے کیا۔ (۳) کہنا یہ چاہتا ہوں کہ حدیث کی کتابیں اصل دیکھ لیجئے یا ان کے ترجمہ دیکھ لیجئے یا پھر ان کے لیے مطابع یا پریس دیکھ لیجئے، امام ابن تیمیہ کی ساری کتابیں جو پہلی بار دنیا میں چھپی ہیں وہ سب ہندوستان میں ہی چھپی ہیں۔ اور ان کتابوں کے چھپنے کی پوری تاریخ بیان کرسکتا ہوں، لیکن اس طرف جانا نہیں چاہتا، سب سے پہلے ''الفرقان بین اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان'' جو ان کی بڑی مقبول کتاب ہے، اور رد بدعت پر بالکل بے نظیر کتاب ہے، یہ کتاب پہلی بار ۱۲۹۵ھ میں ترجمہ کے ساتھ یعنی عربی بھی یہیں سے چھپی تھی، کتاب الحمویہ کا ترجمہ شافیہ کے نام سے ایک تھے غلام علی قصوری (۴) کی تحقیق اور ترجمہ کے ساتھ پہلی بار تقریباً ۱۲۹۶ھ میں چھپی، یہ امرتسر میں تھے اور امرتسر میں سب سے پہلے عقیدۂ توحید کی اشاعت مولانا عبد اللہ غزنوی (۵) کے ذریعہ سے نہیں ہوئی ان سے پہلے مولانا غلام علی قصوری تھے، بلکہ غلام علی جو نام ہے اس کے حوالہ بطور لطیفہ یہ بات ذکر کروں جب توحید صحیح نہیں تھا تو ان کا نام غلام علی قصوری تھا، جب ان کو علم ہوا کہ یہ صحیح نہیں ہے تو انہوں نے غلام العلی کر لیا اور اب نام صحیح ہو گیا کیونکہ یہ العلی اللہ کی صفت ہے۔ یہ عبد اللہ غزنوی جو میاں نذیر حسین محدث دہلوی صاحب کے شاگرد تھے اور بہت مشہور عالم بھی تھے، ان کا علاقہ افغانستان کا تھا، تو انہوں نے وہاں توحید کو قبول کیا اور انہیں تو وہاں اتنا ستایا گیا کہ وہاں سے گھر بار چھوڑ ہجرت کرنی پڑی، اور امرتسر آئے، لیکن وہ آئے ان سے پہلے یہاں پر توحید و سنت کا کام مولانا غلام العلی قصوری کے ذریعہ سے ہو چکا تھا، ان سے متعلق اگر مضمون پڑھنا ہو آپ کو تو ایک تھے حکیم محمد موسی امرتسری، انہوں نے ایک کتاب لکھی ''تذکرہ علماء امرتسر'' حکیم محمد موسیٰ سے میری ملاقات ۱۹۸۰ء میں لاہور میں ہوئی تھی، اور وہ بریلوی عالم تھے، ان کی اس کتاب میں مولانا غلام العلی قصوری کا ذکر مل جائے گا۔

علامہ ابن القیم کی ایک بہت مشہور کتاب ہے ''اعلام الموقعین عن رب العالمین'' (۶) اس میں شریعت کے بنیادی اصول وقواعد بیان کیے گئے ہیں، تقلید اور اجتہاد پر بڑی شاندار بحث ہے، کوئی بھی اس کو پڑھے گا اسے تقلید کی حقیقت سمجھ میں آجائے گی، جیسا کہ بعض علماء کہتے تھے کہ اس مسئلہ سے متعلق میں نے بارہ سال غور کیا، تب مجھے اپنے مسلک کی دلیل سمجھ میں آئی، یہ حال ہے حدیث پڑھنے اور پڑھانے والوں کا، ایک صاحب تو اخیر عمر میں رو رہے تھے کہ میں نے پوری عمر ضائع کردی، شاگردوں نے کہا کہ آپ نے تو حدیث کی خدمت کی ہے، کہا کہ نہیں پوری زندگی صرف اپنے مسلک کے دفاع میں دلیلیں تلاش کرنے میں لگادی۔

مدارس اور تعلیم گاہیں جو ہیں انہیں بھی انہی علماء اہل حدیث نے قائم کیا تھا، ان کا بھی مقصد یہی تھا کہ فقہ کی، حدیث کی، قرآن کی اور دیگر شرعی علوم کی تعلیم دی جائے، چنانچہ برصغیر کے چپہ چپہ میں کثیر تعداد میں انہوں نے مدارس قائم کیا جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا ہے، جو شمار کئے گئے ہیں وہ بھی ناقص ہیں، ایک سرسری جائزہ اگر لیا جائے تو میاں صاحب کی جو درس گاہ تھی وہ تقریباً ۱۹۰۲ء میں اجڑ گئی تھی، اس کے بعد مولانا بشیر سہسوانی (۷) ان کی جگہ پر آئے حدیث پڑھانے، چھ سال کے بعد وہ بھی انتقال کر گئے، ۱۳۲۰ھ میں میاں صاحب کا انتقال ہوا، اور ۱۳۲۶ھ میں بشیر سہسوانی کا انتقال ہوا، لیکن میاں صاحب کے جو شاگرد تھے جو ملک کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے ہیں انہوں نے اپنے اپنے علاقہ میں بڑی بڑی درسگاہیں قائم کیں، ان میں بڑی بڑی جو درسگاہیں، ان میں ایک ہیں مولانا ابراہیم آروی جن کی وفات ۱۹۰۱ء میں ہوئی، مولانا ابراہیم آروی انہوں نے ۱۲۹۷ھ میں مدرسہ احمدیہ سلفیہ کی بنیاد رکھی، ان کا مقصد یہ تھا کہ نصاب تعلیم کی اصلاح کی جائے، عربی زبان کی تعلیم پر توجہ دی جائے، حدیث کی تعلیم وتعلم کا انتظام ہو، اور زیادہ سے زیادہ حدیث کی کتابوں کے ترجمہ ہوں اور ان کی اشاعت ہو، چنانچہ انہوں نے ایک پریس بھی قائم کیا، سب سے پہلی مرتبہ مدارس کی تاریخ میں ہاسٹل کا تصور انہوں نے ہی دیا ہے، اس سے پہلے لوگ مدارس میں جاکر کے پڑھتے تو تھے لیکن کھانے کا انتظام فلاں کے گھر فلاں کے پاس وغیرہ ہوا کرتا تھا، لیکن انہوں نے ہاسٹل کا تصور پیش کر کے طلبہ کی پریشانی ختم کردی کہ جو انہیں کھانے کے لیے دَر دَر کی ٹھوکریں کھانی پڑتی تھیں اب اس سے وہ بچ گئے، انہوں نے سب سے پہلے مذاکرۂ علمیہ کے نام سے ایک بڑے جلسے کا اہتمام کیا، جس کی روداد یں اب بھی موجود ہیں، اس میں مختلف مکاتب فکر کے لوگ جیسے دیوبند وغیرہ سے بھی شرکت کرتے تھے، مختلف تعلیمی مسائل اور دینی مسائل حل ہوتے تھے، پہلی مرتبہ مدرسہ کی تاریخ میں یہ اضافہ ہوا کہ مدرسہ میں پریس قائم کیا گیا، اب تو بہت سے مدارس میں پریس قائم کئے گئے، اور یہ سب باتیں میں اپنی طرف سے نہیں کہتا ہوں بلکہ علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ

اللہ(۸)،انہوں نے حیات شبلی کے اندر، تراجم اہل حدیث کے مقدمہ میں مختلف جگہوں پر شہادت دی ہے(۹)، کہ علامہ ابراہیم آروی رحمہ اللہ کتنے دور اندیش تھے، یہ مدرسہ کے قیام اور ان کے مقاصد صاف طور پر بتلا رہے ہیں، جب علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے ندوۃ العلماء کے اندر یہ مشورہ رکھا کہ کچھ بڑے بڑے مدارس منتخب کر لیے جائیں، اور دوسرے چھوٹے چھوٹے مدارس ملحق کر دیئے جائیں، تو ان میں جن مدرسوں کا نام لیا، دیوبند، ندوہ اور مدرسہ احمدیہ سلفیہ بہار، فیض عام کانپور وغیرہ تھے، تو اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ احمدیہ سلفیہ کتنا بڑا ادارہ تھا، دوسرا مدرسہ جو جماعت اہل حدیث نے قائم کیا وہ مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی ہے۔(۱۰)۔ یہ ۱۳۳۹ھ میں قائم ہوا، یہ شیخ عطاء الرحمان اور شیخ عبد الرحمٰن دو تاجر تھے، اللہ نے انہیں توفیق دی، اور مولانا عبد العزیز رحیم آبادی (مجموعہ مقالات مولانا عبد الحمید رحمانی ج ۳ ص: ۱۵ میں تھوڑی سے اس سے متعلق تفصیل ہے۔(آفاق احمد) کے کہنے پر انہوں نے اس کی بنیاد ڈال دی، آج بھی وہ عمارت قائم ہے دہلی میں لیکن افسوس کسی اور کے ہاتھ میں ہے، اس کے بعد ایک مرکزی ادارہ جامعہ سلفیہ بنارس میں قائم ہوا، (۱۱) اس کے بھی فارغین پوری دنیا میں پھیل گئے ہیں، میں بھی وہیں کا فارغ ہوں، ۱۹۶۳ء میں جامعہ سلفیہ کی بنیاد پڑی اور ۱۹۶۶ء سے تعلیم شروع ہوئی، پاکستان میں اس کے مقابلہ میں دیکھیں ۱۹۵۵ء میں یہاں بھی جامعہ سلفیہ کی بنیاد پڑی، فیصل آباد کے اندر اور ۱۹۵۷ء سے باقاعدہ تعلیم کی شروعات ہوئی۔

حواشی: ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی

(۱) مطبع خلیلی آرہ: اس مطبع کا قیام ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۷ء میں عمل میں آیا۔ اس کے مالک مولانا محمد ادریس آروی اور مہتمم مولانا ابو محمد ابراہیم آروی تھے۔ یہ دونوں سگے بھائی اور حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے تلمیذ رشید تھے۔ اس مطبع سے بڑے صحت و اہتمام کے ساتھ کتابوں کی طباعت کی جاتی تھی۔ بڑے بڑے علماء کتابوں پر نظر ثانی اور تحقیق کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ امام شافعی کی ''المسند''، امام بخاری کی ''الادب المفرد'' اور ابن قیم کی ''الجواب الکافی'' وغیرہا کی طباعت اسی مطبع سے ہوئی۔ (برصغیر میں اصحاب الحدیث (ایک مطالعہ) ص: ۳۵۶۔۳۵۷)۔ مؤلف: تنزیل الصدیقی الحسینی

(۲) مدرسہ احمدیہ آرہ: اس مدرسہ کی بنیاد حضرت شیخ الکل سید نذیر حسین دہلوی کے تلمیذِ رشید مولانا حافظ ابراہیم آروی (م ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۲ء) نے ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۸ء میں رکھی۔ سید صاحب تراجم علمائے حدیث ہند مؤلفہ مولوی ابو یحییٰ امام خان نوشہروی کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''مولانا سید نذیر حسین دہلوی کی درسگاہ کے ایک مولانا ابراہیم صاحب آروی تھے، جنہوں نے سب سے عربی تعلیم اور عربی مدارس میں اصلاح کا خیال قائم کیا اور مدرسہ احمدیہ کی بنیاد ڈالی''۔(تراجم علمائے حدیث ہندص ۳۶)

مولوی ابویحییٰ امام خان نوشہروی (۱۹۶۶ء) لکھتے ہیں:

''مدرسہ احمدیہ آرہ اپنے عہد میں اہل حدیث بہار کی یونیورسٹی تھی، جس میں پورے ملک کے حصوں سے طلبا حاضر رہے''۔(ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات ص ۱۴۹) تفصیل کے لیے دیکھیں۔(برصغیر میں اصحاب الحدیث (ایک مطالعہ) ص:۱۹۷۔۲۰۲)۔مؤلف: تنزیل الصدیقی الحسینی

(۳) یہ عظیم الشان کتاب سب سے پہلے ۱۳۰۶ھ بمطابق ۱۸۸۹ء میں مطبع الخلیلی آرہ سے طبع ہوئی۔امام بخاری کی الادب المفرد کا اصل عربی متن علمائے اہل حدیث نے پہلی بار شائع کیا تھا (اس ایڈیشن کے بارے میں محمد فواد عبد الباقی لکھتے ہیں۔''ھذہ الطبعة اولی الطبعات و اصحھا''۔(مقدمہ الادب المفرد:ص:۹)،اس کا سب سے پہلا اردو ترجمہ نواب صدیق حسن خاں نے ''توفیق الباری فی ترجمہ الادب المفرد البخاری'' کے نام سے کیا تھا، ترجمہ کا آغاز انہوں نے ۲ر رمضان ۱۳۰۶ھ میں کیا اور کل اٹھارہ ایام میں ترجمہ کی تکمیل ہوئی، اسی سال یہ مطبع مفید عام پریس، آگرہ سے ۱۳۰۶ھ میں شائع ہوا، یہ ترجمہ کل ۳۱۹ صفحات پر مشتمل تھا۔حضرت نواب صاحب کا یہ ترجمہ آج سے ایک سوتیس سال پرانا ہے، اور اس دور کی دفتری زبان ہونے کے ناطے اس میں بہت سے فارسی الفاظ بھی آگئے ہیں۔غالباً اسی وجہ سے بعض حضرات نے اسے فارسی ترجمہ سمجھا ہے۔عرصہ ہوا مخدومنا الشیخ المحدث عطاء اللہ حنیف بھوجیانوی رحمہ اللہ جن کی نواب صاحب سے غایت درجہ محبت تھی، انہوں نے ترجمہ کی تسہیل اپنے ہفتہ روزہ الاعتصام میں شائع کرنا شروع کی مگر پیرانہ سالی کی بنا پر اس کی تکمیل نہ کر پائے۔بالآخر اس کی تکمیل انہی کے نیازمند مولانا محمد اشرف صاحب نے کی جو الاعتصام میں مکمل شائع ہوئی۔

دوسرا ترجمہ مولانا عبد الغفار المھد انوی نے ''سلیقہ'' کے نام سے کیا جو ۱۳۰۹ھ مطبع الخلیلی آرہ سے شائع ہوا۔

اس کا تیسرا ترجمہ مولانا عبد القدوس ہاشمی ندوی نے ''کتاب زندگی'' کے نام سے کیا جو نفیس اکیڈمی سے طبع ہوا، جس کا دسواں ایڈیشن ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا تھا۔دیکھیں۔(الادب المفرد مترجم مولانا محمد ارشد کمال: ص: ۴۴)۔شمس الحق عظیم آبادی حیات وخدمات از عزیر شمس رحمہ اللہ ص: ۴۰)۔

ابھی چوتھا ترجمہ اس کا مولانا محمد ارشد کمال حفظہ اللہ نے کیا ہے۔

ترجمہ کے علاوہ اردو شرح بھی اس کتاب کی موجود ہے۔فضل اللہ الاحد اردو شرح الادب المفرد: مولانا عثمان منیب دیگر مسالک کے کئی ایک لوگوں نے بھی اس کا اردو میں ترجمہ اور شرح کیا ہے۔

(۴) تذکرہ علماء امرتسر حکیم محمد موسیٰ (ص ۳۵ سے ۵۶)۔(قصوری خاندان ، اسحاق بھٹی) گلستان حدیث ص ۷۷ اسحاق بھٹی۔تذکرہ النبلاء ،عبدالرشید عراقی۔

(۵) عبداللہ غزنوی: تفصیل کے لیے دیکھیں۔سوانح عمری مولوی عبداللہ الغزنوی مع مجموعہ مکتوبات۔ جو مولوی عبداللہ الغزنوی کی سوانح حیات اور ان کے مکتوبات کا مجموعہ ہے۔جس کو مولوی عبدالجبار اور مولوی غلام رسول قلعوی نے مرتب کیا ہے۔ یہ مجموعہ رفاہ عام سسٹم پریس لاہور سے شائع ہوا ہے۔ ۲۔غزنوی خاندان: عبدالرشید عراقی۔

(۶) اعلام الموقعین کا اردو ترجمہ علامہ محمد جونا گڑھی رحمہ نے ''دین محمدی'' کے نام سے کیا ہے،جس پر مولانا ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ نے ان کی تعریف بھی کی تھی۔مترجم نسخہ میں مولانا آزاد کے تعریفی مکتوب موجود ہیں۔

(۷) علامہ بشیر سہسوانی میاں صاحب کے تلامذہ میں سے ہیں ،اپنے زمانہ کے مشہور محقق اور محدث تھے،انہوں نے کئی ایک کتابیں لکھی ہیں ، ان کی سب سے مشہور زمانہ کتاب " صيانة الإنسان عن وسوسة الشيخ دحلان" ہے۔اس کتاب کی تالیف کا سبب یہ ہے کہ حج بیت اللہ کے لیے گئے تھے،مکہ میں ان کا شیخ احمد دحلان سے عقیدۂ توحید کے مسائل پر مناظرہ ہوا، ہندوستان واپس آ کر کے انہوں نے یہ کتاب تصنیف کی ۔ سب سے پہلے یہ کتاب لیتھو طباعت پر شائع ہوئی تھی ،جس میں غلطیاں اور تحریفات بھی تھیں ،شروع میں اس کتاب پر مؤلف کے طور پر شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم السندی کا نام لکھا ہوا تھا، اور یہ طریقہ اس زمانہ کے علماء کے یہاں معروف تھا ،سہسوانی۔:۔۔۔ قال عنه العلّامة محمد رشيد رضا: إنّه ليس رداً على الشيخ دحلان فحسب...بل هو ردٌّ على جميع القبوريين والمبتدعين۔ سید رشید رضا مصری اس کتاب کے تعلق سے کہتے ہیں'' یہ کتاب صرف شیخ دحلان پر ہی رد نہیں ہے بلکہ قبر پرست اور مبتدعین پر بھی رد ہے۔

(صيانة الإنسان عن وسوسة الشيخ دحلان،مطبعة المنار بمصر ،مقدمة للسيد محمد رشيد رضا في التعريف بالكتاب ص:۳۰،۳۱،۳۲) ان کی مفصل سیرت کے لیے رجوع کریں۔الیاقوت والمرجان فی ذکر علماء شہسوان محمد عبدالباقی۔

(۸) مولانا سید سلیمان ندوی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے، آپ برصغیر ہندو پاک کے ایک جید عالم وجلیل

القدر مصنف، محقق، سیرت نگار و مورخ گزرے ہیں۔آپ مسلکاً حنفی تھے،لیکن چونکہ آپ نے بچپن میں اتباع سنت کے ماحول میں تربیت پائی، اس لیے جمود سے دور رہے، تا آنکہ اپنی آخری زندگی میں جب آپ مشہور عالم وصوفی مولانا اشرف علی تھانوی کے حلقہ اثر میں داخل ہو گئے تو ''فنافی الشیخ'' کے تصور نے آپ پر دوبارہ جمود کی کیفیت طاری کردی ۔ایک مرتبہ کسی نے آپ سے فتویٰ پوچھا کہ جب مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتیں ادا کرے تو ان میں سورہ فاتحہ ادا کرے یا خاموش کھڑا رہے۔آپ نے جواب کے لیے بہشتی زیور منگائی اور اسے دیکھ کر اس کے مطابق خاموش کھڑے رہنے کا فتویٰ دیا۔آپ کے بعض عقیدت مندوں نے لکھا ہے کہ آپ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے ''علمه اکبر من عقله''۔(مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: مجموعہ مقالات مولانا عبدالحمید رحمانی: ج:۳،ص: ۱۳)۔

(۹) سید سلیمان ندوی مولانا ابراہیم آروی کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔مولوی نذیر حسین کے شاگردوں میں مولوی ابراہیم آروی خاصی حیثیت رکھتے تھے وہ نہایت خوشگوار اور پُر زور وعظ کہتے تو خود روتے اور دوسروں کو بھی رُلاتے ،نئی باتوں میں سے اچھی باتوں کو پہلے قبول کرتے چنانچہ نئے طرز پر انجمن علماء اور عربی مدرسہ اور اس میں دارالاقامہ کی بنیاد کا خیال انہی کے دل میں آیا اور انہی نے ۱۸۹۰ء (۱۲۹۸ھ) میں مدرسہ احمدیہ کے نام سے آرہ میں ایک مدرسہ قائم کیا اور اس کے لیے''جلسہ مذاکرۂ علمیہ'' کے نام سے ایک مجلس بنائی جس کا سال بسال جلسہ آرہ میں ہوتا اس مدرسہ میں انگریزی بھی پڑھائی جاتی تھی ندوہ کے قیام کے بعد ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۸۹۶ء میں اس کا سب سے پہلا جلسہ آرہ دربھنگہ میں ہوا۔بہر حال وہ مدرسہ قائم رہا اور مدتوں خوش اسلوبی کے ساتھ چلتا رہا۔(حیات شبلی: ص:۳۰۸۔) تفصیل کے لیے دیکھیں۔(دبستان حدیث :ص:۲۳۷۔۲۴۶)

(۱۰) تاریخ دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے لیے رجوع کریں۔تاریخ وتعارف مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی، اسعد اعظمی، مجموعہ مقالات مولانا عبدالحمید رحمانی: ج:۳،ص:۱۴۰)

(۱۱) تاریخ مرکزی دارالعلوم (جامعہ سلفیہ بنارس) مصنف: محفوظ الرحمٰن فیضی۔تاریخ مرکزی دارالعلوم بنارس، مطیع اللہ سلفی۔مرکزی دارالعلوم بنارس نوگڑھ کانفرنس کی ہی دین ہے۔مؤلف: عبدالرزاق عبدالغفار سلفی۔جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم بنارس کا ایک مختصر تعارف: مؤلف ابوالقاسم ابوالخیر بنارسی۔

جاری......

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد

کفایت اللہ سنابلی

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

”كَانَ عُمَرُ يُدْخِلُنِي مَعَ أَشْيَاخِ بَدْرٍ“.

”عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مجھے بدر میں شریک ہونے والے بزرگ صحابہ کے ساتھ بٹھاتے تھے“۔ [صحيح البخاري:۴۲۹۴]

اس پر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیا چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی نقل کرتے ہیں کہ:

”فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ: إِنَّ لَنَا أَبْنَاءً مِثْلَهُ“.

”عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ایسے لڑکے تو ہمارے پاس بھی ہیں“۔ [صحيح البخاري:۳۶۲۷]

ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر ان بزرگ صحابیوں کو ایک دن عمر رضی اللہ عنہ نے بلایا اور مجھے بھی بلایا۔ میں سمجھ گیا کہ مجھے اس دن آپ نے اس لیے بلایا تھا تاکہ آپ میرا علم بتا سکیں۔

پھر آپ نے دریافت کیا: ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ...الخ﴾ کے متعلق تم لوگوں کا کیا خیال ہے“؟

کسی نے کہا کہ: ”ہمیں اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ کی حمد بیان کریں اور اس سے استغفار کریں کہ اس نے ہماری مدد کی اور ہمیں فتح عنایت فرمائی“۔

بعض نے کہا کہ: ”ہمیں اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہے“۔

اور بعض نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر انہوں نے مجھ سے دریافت کیا: ”ابن عباس! کیا تمہارا بھی یہی خیال ہے“؟

میں نے جواب دیا کہ: ”نہیں“۔

پوچھا: ”پھر تم کیا کہتے ہو“؟

میں نے کہا کہ: ”اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی طرف اشارہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح حاصل ہو

گئی۔یعنی فتح مکہ تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی نشانی ہے۔اس لیے آپ اپنے رب کی حمد اور تسبیح اور اس کی مغفرت طلب کریں کہ وہ توبہ قبول کرنے والا ہے“۔

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ:”جو کچھ تم نے کہا وہی میں بھی سمجھتا ہوں“۔ [صحيح البخاري:۴۲۹۴]

اس واقعہ کے بعد عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ،عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے قرآن سیکھنے لگے اور علم قرآن میں انہیں اپنا استاذ بنالیا۔

چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”كُنْتُ أُقْرِئُ رِجَالًا مِنَ المُهَاجِرِينَ، مِنْهُمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ {فِي خِلَافَةِ عُمَرَ}“.[صحيح البخاري:۶۸۳۰،مصنف عبد الرزاق:۴۳۹/۵،وإسناده صحيح مابين المعكوفتين عنده]

”میں عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کئی مہاجرین کو (قرآن مجید) پڑھایا کرتا تھا۔عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی ان میں سے ایک تھے“۔

ابن حبان کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ بھی بیان کیا کہ:

”فَلَمْ أَرَ رَجُلاً يَجِدُ مِنَ الاقْشَعْرِيرَةِ مَا يَجِدُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ عِنْدَ الْقِرَاءَةِ“.

”میں نے کوئی آدمی ایسا نہیں دیکھا جو قرآن کی تلاوت کے وقت رونگٹے کھڑے ہونے (یعنی خشیت اور خشوع) کا اتنا احساس کرتا ہو جتنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کرتے تھے“۔[صحيح ابن حبان:۴۶۶/۲، وإسناده صحيح]

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”أما إقراء ابْن عَبَّاس لمثل عبد الرَّحْمَن بن عَوْف فَفِيهِ تَنْبِيه على أَخذ الْعلم من أَهله وَإِن صغرت أسنانهم أَو قلت أقدارهم“.

”رہی بات ابن عباس کا عبدالرحمٰن بن عوف جیسے بزرگ کو قرآن پڑھانے کی،تو اس میں یہ تنبیہ اور اشارہ ہے کہ علم اہلِ علم سے حاصل کرنا چاہیے، چاہے وہ عمر میں چھوٹے ہوں یا مرتبہ اور قدر میں کم ہوں“۔[كشف المشكل من حديث الصحيحين:۶۳/۱]

قسط:(۱۷)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کی کتابوں کا تعارفی سلسلہ

ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی

مقدمہ فی اصول التفسیر کا تعارف:

''مقدمہ فی اصول التفسیر'' شیخ الاسلام کا بڑا اہم، قابل قدر اور شاہکار کہے جانے کے لائق کارنامہ ہے، جو شیخ کی فن تفسیر میں مہارت، وسعت نظری اور قوت استنباط پر دلالت کرتا ہے، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے اس مختصر و بے نظیر رسالے میں بہت عمدہ اور مدلل بحث فرمائی ہے اور خاص طور پر صحیح حدیث میں شک پیدا کرنے والے باریک سے باریک شبہات کو کریدا اور نہایت کامیاب طریقہ سے ان کا حل پیش کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہر طبقہ کے اصحاب تفسیر کو اصول تفسیر میں جو الجھنیں پیش آتی رہی ہیں، ان کو نہایت عمدگی سے سلجھایا ہے۔

گنتی کے چند صفحات میں معلومات کا خزانہ ہے، اس میں امام ابن تیمیہ نے واضح کیا ہے کہ کتاب اللہ کو کس طرح سمجھنا چاہیے اور کتاب اللہ کی تفسیر کس طرح کرنی چاہیے، اس کے اصول وضوابط کیا ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک شریعت اور لغت کو جاننے والا ہی تفسیر کرسکتا ہے۔ تفسیر کے لیے محض عربی لغت کا علم کافی نہیں، بہترین تفسیر قرآن کی تفسیر قرآن کے ذریعہ ہے، اس کے بعد سنت کے ذریعہ کیونکہ تفسیر اس وقت تک صحیح نہیں ہوسکتی جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل نہ کی جائے، کیونکہ قرآن کے حقیقی شارح اور مفسر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔ اس کے بعد پھر صحابۂ کرام اور تابعین وتبع تابعین کا پورا سلسلہ ہے۔

مقدمہ فی اصول التفسیر کی اہمیت:

اصول تفسیر پر اپنی نوعیت کی یہ پہلی اہم تصنیف ہے، جس کی مثال تفسیر کے وسیع ذخیرہ میں نہیں ملتی، بعض اہل نظر کا خیال ہے کہ اس سے پہلے اصول تفسیر میں ایسی وقیع مختصر اور جامع تحریر پورے اسلامی لٹریچر میں نہیں ملتی۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ابو الحسن ندوی: ۲/ ۳۱۶)

اس کے بعد گو بہت سی اہم اور قابل قدر مختصر ومفصل تصنیفات وجود میں آئیں، مگر ان میں اسی مقدمہ سے استفادہ کیا گیا ہے، بعد میں آنے والوں میں سے اکثر کی بنیاد یہی رسالہ ہے، حتیٰ کہ امام ابن کثیر، امام قاسمی وغیرہ نے اپنی تفاسیر میں بھی اسی سے استفادہ کیا ہے، اسی طرح علوم القرآن کی کتابوں میں امام بدر الدین زرکشی رحمہ اللہ (۷۴۵ھ) نے ''البرہان'' امام جلال الدین سیوطی نے ''الاتقان'' اور امام شاہ ولی اللہ دہلوی نے ''الفوز الکبیر'' میں اسی کو مدنظر رکھا ہے، اور الفوز الکبیر کے بعض مباحث مثلاً شان نزول تو اسی سے ماخوذ معلوم ہوتے ہیں۔ اس رسالہ کو

اپنے موضوع ہی میں نہیں خود شیخ الاسلام کی تصانیف میں بھی کئی حیثیتوں سے بڑا امتیاز حاصل ہے۔(اوپر کی ساری باتیں ’’مقدمہ فی اصول التفسیر از شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا اسلوب اور منہج‘‘ سے نقل کی گئی ہیں)

سبب تالیف:

شیخ الاسلام نے یہ رسالہ دو وجوہ کی بنا پر لکھا ہے:

(۱) ایک وجہ تو بعض شاگردوں کی فرمائش ہے۔(۲) دوسری وجہ یہ بیان کی کہ کتب تفسیر رطب و یابس سے بھری ہوئی ہیں ان سے آگاہی انتہائی ضروری ہے۔ یہ دونوں وجوہات کتاب میں موجود ہیں۔

مقدمہ فی اصول التفسیر کے مباحث:

اس مقدمہ کے اہم موضوعات کو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مندرجہ ذیل پانچ فصول میں تقسیم کیا ہے۔ ذیلی طور پر کئی ایک عناوین اور قائم کئے جاسکتے ہیں اور قواعد کی شکل میں بھی اس کتاب کے مباحث کو بیان کیا جاسکتا ہے۔

پہلی فصل: نبی کریم ﷺ کا الفاظ کے ساتھ معانی کو بیان کرنا۔

دوسری فصل: سلف کی تفسیر میں اختلاف تنوع اور اختلاف تضاد۔

تیسری فصل: اختلاف کی دو نوعیتیں۔(۱) نقل کے اعتبار سے۔(۲) استدلال کے اعتبار سے۔

چوتھی فصل: تفسیر کے سب سے بہترین طریقے۔

پانچویں فصل: تفسیر بالرائے۔

فوائد علمیہ:

(۱) رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کے لیے قرآن کے معانی اور الفاظ دونوں بیان کر دیئے ہیں۔

(۲) عثمان بن عفان، عبد اللہ بن مسعود و دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ سے دس آیتیں سیکھتے اور ان سے آگے نہیں بڑھتے تھے یہاں تک کہ ان آیتوں میں موجود ہر اعتبار سے تدبر و تفکر کر کے انہیں عملی زندگی میں نافذ نہ کر لیتے۔ اسی وجہ سے وہ سورتوں کی حفظ میں ایک مدت لگا دیتے تھے۔

(۳) انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب کوئی ہم میں سورہ بقرہ پڑھ لیتا تو وہ ہماری نگاہوں میں عظیم ہو جاتا تھا۔

(۴) ابن عمر رضی اللہ عنہ نے سورہ بقرہ حفظ کرنے میں کئی سال لگائے، کہا جاتا ہے کہ آٹھ سال لگے۔ اسے امام مالک نے مؤطا میں ذکر کیا ہے۔(۱)

(۵) کوئی بھی کلام کسی کا بھی ہو اس سے مقصود اس کے معانی کو سمجھنا ہے، صرف اس کے الفاظ کو پڑھنا نہیں ہوتا ہے، قرآن ان تمام میں تو سب سے بڑھ کر کے اس بات کا مستحق ہے کہ اس کے معانی پر تدبر و تفکر کے لیے خوب وقت

لگا یا جائے۔ایک بندہ جب علم طب یا کسی اورفن کی کتاب کو بغیر سمجھے نہیں پڑھتا ہےتو پھر وہ اللہ کے کلام کو کیسے بغیر غور وفکر کے پڑھتا ہے۔

(٦) صحابہ کرام کے مابین تفسیر میں اختلافات بہت کم ہیں اور جو کچھ ہیں بھی تو ان میں بھی اکثر اختلافات اختلاف تنوع کے زمرے میں آتے ہیں۔بطور مثال صراط مستقیم کی تفسیر بعض صحابہ قرآن سے کرتے ہیں اور بعض صحابہ اسلام سے کرتے ہیں، اب دونوں باتوں پر ہم غور کریں تو معلوم ہوگا کہ قرآن کی اتباع میں اسلام بھی داخل ہے اور اسلام کی پیروی میں قرآن شامل ہے۔تو یہی اختلاف تنوع ہے کہ معنیٰ اور مفہوم ایک ہی ہوتا ہے بس تعبیر اور الفاظ الگ الگ ہوتے ہیں۔

(۷) سبب نزول کی معرفت سے قرآن فہمی میں مدد ملتی ہے۔

(۸) اہل علم کے یہاں ایک بڑا مشہور ومعروف قاعدہ ہے کہ:

’’قرآن کی کوئی آیت کسی متعین شخص سے متعلق کسی دینی حکم کو اگر بیان کررہی ہے، تو ایسا نہیں ہوگا کہ وہ حکم صرف اسی شخص ہی کے لیے خاص ہے، بلکہ وہ سبب اگر اور کسی کے اندر پایا جائے گا تو وہی حکم اس پر بھی نافذ ہوگا، جیسے چوری میں بطور سزا کے جو آیت ہے۔یا جیسے آیت ظہار ہے، یہ اوس بن صامت کی بیوی سے متعلق نازل ہوئی ہے، آیت لعان عویمر العجلان یا ہلال بن امیہ سے متعلق ہے، آیت کلالہ کا نزول جابر بن عبداللہ سے متعلق ہے، اس کے علاوہ اور بھی کئی آیتیں بطور مثال کی ذکر کی گئی ہیں۔ان آیتوں میں موجود احکام صرف انہی کے لیے مختص نہیں ہیں بلکہ عام ہیں۔جیسا کہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں :’’والناس وإن تنازعوا في اللفظ العام الوارد على سبب هل يختص بسببه أم لا؟ فلم يقل أحد من علماء المسلمين: إن عمومات الكتاب والسنة تختص بالشخص المعين، وإنما غاية ما يقال: إنها تختص بنوع ذلك الشخص فيعم ما يشبهه، ولا يكون العموم فيها بحسب اللفظ‘‘۔

(۹) کسی بھی آیت کے ایک سے زائد سبب نزول (شان نزول) ہوسکتے ہیں، جیسا کہ ذکر کیا جاتا ہے کہ سورہ اخلاص کا نزول دو مرتبہ ہوا۔

(۱۰) مترادف الفاظ لغت میں کم ہیں اور قرآن میں نادر یا تو بالکل بھی نہیں ہیں۔

(۱۱) تفسیر میں کچھ اختلافات تو ایسے ہیں جو کسی دلیل صحیح کی بنیاد پر نہیں ہیں اور نہ ہی ان اختلافات کا کوئی فائدہ ہے، جیسے اصحاب کہف کے کتے کا رنگ، نوح علیہ السلام کی کشتی کی لمبائی وچوڑائی اور کون سی لکڑی کی تھی، اس بچے کا نام جسے خضر علیہ السلام نے قتل کردیا تھا۔

تحقیقات، شروحات:

(۱)مقدمة في أصول التفسير لشيخ الإسلام ابن تيمية (تحقيق) سامي بن محمد بن جاد الله

(۲)شرح مقدمة في أصول التفسير لابن تيمية. تأليف: د. مساعد بن سليمان بن ناصر الطيار. دار النشر: دار ابن الجوزي. سنة الطبع: الطبعة الثانية (۱۴۲۸ ھ). نوع التغليف: مجلد (۳۸۴).

(۳)مقدمة في أصول التفسير لشيخ الإسلام ابن تيمية دروس القاہا معالی الشيخ صالح بن عبد العزيز بن محمد آل الشيخ

(۴)مقدمة في أصول التفسير لشيخ الإسلام ابن تيمية تحقيق دكتور:عبد لمحسن بن محمد عبد القاسم

(۵)شرح مقدمة في أصول التفسير لابن تيمية تأليف : محمد بن عمر بن سالم بازمول

(۶)شرح مقدمه فی اصول التفسير :محمد بن صالح العثيمين۔

(۷)الكواشف العلمية مقدمة في أصول التفسير) لابن تيمية- د. عبدالعزيز بن ريس الريس.

(۸)مقدمه فی اصول التفسير تحقيق :الدكتور عدنا ن زرزور۔ (المدرس بلكيه الشريعه جامعه دمشق)۔

اردواوردیگرزبانوں میں ترجمہ:

(۱)مقدمہ فی اصول التفسیر،ترجمہ:عبدالرزاق ملیح آبادی،تحقیق:محمدعطاءاللہ بھوجیانوی،المکتبہ السّلفیہ،لاہور۔

(۲)Introduction to the exegesis of the quran by Translated. DR.Muhammad Abdul Haq Ansari۔(مترجم کاتعلق جماعت اسلامی سے ہے)

اس پردیگرپہلوسےکام۔

(۱)مقدمہ فی اصول التفسیر ازشیخ الاسلام ابن تیمیہ کا اسلوب اورمنہج (تحقیقی جائزہ)ڈاکٹر ثناء اللہ(اسسٹنٹ پروفیسر،شعبہ قرآن وتفسیر،علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،اسلام آباد۔عبدالحیٔ (لیکچرار،شعبہ علوم اسلامیہ،نمل یونیورسٹی،اسلام آباد)۔اس سے کئی باتیں اس مضمون میں نقل کی گئی ہیں۔

حواشی: آفاق احمد

(۱)امام مالک نے بلاغا ذکرکیاہے،لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ابن سعد سے روایت ہے کہ ابن عمررضی اللہ عنہ کوسورہ بقرہ سیکھنے میں چارسال لگے۔یہ بات بعض شارحین نے ذکرکیاہے۔

جاری..........

خواتین قلمکار کے لیے ماہانہ مجلہ ”اہل السنہ“ ممبئی کی ایک جدید پیشکش

اهلُ السُنّة
Ahl Us Sunnah

فروری ۲۰۲۶ء | Februray 2026

گوشۂ خواتین

فہرست

عورت کی جائے حفاظت: اسی کی قرارگاہ	ام محمد خوشنما مصلح الدین	40
شادی میں تاخیر کے نقصانات اور اسلامی رہنمائی	ماریہ محفوظ المفلحاتی	44
وراثتِ نسواں، اسلام کا انصاف پر مبنی نظام	عائشہ امۃ النور بنت جمیل الدین	48

ایڈیٹر: ام محمد خوشنما مصلح الدین حفظہا اللہ
(طالبہ ام القریٰ یونیورسٹی، مکہ مکرمہ سعودی عرب)

رابطہ نمبر برائے خواتین قلمکار
+91 -7045788737
ahlussunnah.ms@gmail.com

عورت کی جائے حفاظت: اسی کی قرار گاہ

ام محمد خوشنما مصلح الدین (جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ)

اس رنگ برنگی دنیا کے ہنگامے اور فتنوں کے طوفان میں انسان کے لیے سب سے عظیم نعمت سکونِ قلب اور اطمینانِ نفس ہے، یہ وہ قیمتی دولت ہے جو ہر کسی کو میسر نہیں آتی اور در حقیقت وہی دل قرار پاتا ہے جو اپنے خالقِ حقیقی کے فرمان کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیتا ہے۔

عورت کے لیے امن وسکون اور طمانیتِ قلب کی حقیقی پناہ گاہ اس کے گھر کی چہار دیواری ہے، یہی وہ حقیقت ہے جسے رب کائنات نے سورۂ احزاب میں نہایت حکمت وجامعیت کے ساتھ بیان فرمایا ہے:

﴿وَقَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجَاهِلِیَّةِ الۡاُوۡلٰی وَاَقِمۡنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیۡنَ الزَّکٰوةَ وَاَطِعۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ ؕ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰهُ لِیُذۡهِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَهِّرَکُمۡ تَطۡهِیۡرًا﴾[الأحزاب: ۳۳]

ترجمہ: ”اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ کا اظہار نہ کرو اور نماز ادا کرتی رہو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت گزاری کرو اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والیو! تم سے وہ (ہر قسم کی) گندگی کو دور کردے اور تمہیں خوب پاک کردے“۔

اللہ تعالیٰ کے اس حکم ﴿وَقَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ﴾ (اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو) میں مسلم خواتین کی سعادت و کامرانی کا راز پنہاں ہے، علماء کرام نے اس آیت کے تحت عورت کے گھر میں قیام کو اس کے وقار، سکون اور عفت و پاک دامنی کا ضامن قرار دیا ہے۔

(۱) ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں:

”اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے گھروں میں ٹھہری رہو، اور بلا کسی ضرورت کے گھر سے باہر نہ نکلو، البتہ شرعی ضروریات جیسے مسجد میں نماز ادا کرنا، اس سے مستثنیٰ ہے، بشرطیکہ اس کے تمام آداب وشرائط کا لحاظ رکھا جائے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

”لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ، وَلَكِنْ لِيَخْرُجْنَ وَهُنَّ تَفِلَاتٌ“۔ ”اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو، البتہ انہیں چاہیے کہ وہ بغیر خوشبو لگائے نکلیں“۔ [سنن ابی داؤد: ۵۶۵، قال الشيخ الألباني: حسن

صحیح]

ایک دوسری روایت میں ہے:

”وَبُيُوتُهُنَّ خَيْرٌ لَهُنَّ“۔ ”البتہ ان کے گھران کے لیے بہتر ہیں“۔[سنن ابي داؤد: ۵٦٧، صححه الألباني] - [تفسير ابن كثير-ت السلامة:٦/٤٠٩]

(۲) علامہ ابن باز رحمہ اللہ (۱۴۲۰ھ) کہتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے عورت کے گھر میں رہنے کو”قرار“ کا نام دیا ہے جو نہایت بلند معنیٰ رکھتا ہے، کیونکہ گھر ہی میں عورت کے نفس کو استحکام، دل کو قرار اور سینے کو فراخی میسر آتی ہے۔

لہٰذا جب یہ پردہ نشیں ”قرار“ سے باہر قدم رکھتی ہے، تو اس کی طبیعت میں بے چینی، دل میں اضطراب اور سینے میں تنگی پیدا ہو جاتی ہے، نیز وہ ایسے ناپسندیدہ حالات اور ناخوشگوار نتائج سے دوچار ہو سکتی ہے جن کا انجام ہرگز اچھا نہیں ہوتا“۔[مجموع فتاوىٰ للشيخ ابن باز:١/٤٢٢]

(۳) شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ (۱۴۲۱ھ) اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”﴿فِيْ بُيُوتِكُنَّ﴾ یعنی ”اپنے گھروں میں قرار سے رہو“ کے الفاظ بہت گہرے ہیں، گویا فرما دیا گیا کہ: یہ گھر تو خاص تمہارے لیے ہی بنایا گیا ہے، تمہاری پردہ داری اور تمہاری حفاظت کے لیے، پس تم اسی گھر کو لازم پکڑو جو خاص تمہارے ہی لیے تعمیر کیا گیا ہے“۔[تفسير سورة الأحزاب:ص:٤٠]

(۴) شیخ بکر بن عبداللہ ابو زید رحمہ اللہ (۱۴۲۹ھ) رقمطراز ہیں:

”جو شخص قرآن کریم کی آیات پر غور و فکر کرے گا، وہ اس حقیقت سے آگاہ ہو گا کہ قرآن میں تین مقامات پر:

(۱)﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾ [الأحزاب:٣٣] ”اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو“۔

(۲)﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ [الأحزاب:٣٤] ”اور تمہارے گھروں میں اللہ کی جو آیتیں اور رسول کی جو احادیث پڑھی جاتی ہیں ان کا ذکر کرتی رہو“۔

(۳)﴿لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ﴾[الطلاق:١] ”نہ تم انہیں ان کے گھروں سے نکالو“۔

(مذکورہ بالا تینوں آیات میں) گھروں کی نسبت عورتوں کی طرف کی گئی ہے، حالانکہ یہ گھر درحقیقت ان کے شوہروں یا سرپرستوں کی ملکیت ہوتے ہیں، یہ نسبت (واللہ اعلم) درحقیقت اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ خواتین

گھروں میں مستقل قیام اور استقرار کی پابند ہیں، چنانچہ یہ نسبت سکونت واقامت کی بنیاد پر ہے، نہ کہ ملکیت کی بنیاد پر"۔[حراسة الفضيلة: ص:٥٨]

(۵) شیخ عبدالرزاق البدر حفظہ اللہ اس پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں:

"اللہ عزوجل نے نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات سے فرمایا:﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾"اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو"۔

اور ایک دوسری صحیح قرأت میں ہے:﴿وَقِرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾"اور اپنے گھروں میں باوقار رہو"۔

پہلی قرأت ﴿وَقَرْنَ﴾ (قاف کے زبر کے ساتھ) کا مفہوم ہے ٹھہرنا، جم جانا اور گھر میں قرار پذیر رہنا۔

جبکہ دوسری قرأت ﴿وَقِرْنَ﴾ (قاف کے زیر کے ساتھ) کا مطلب وقار اور سنجیدگی اختیار کرنا۔

ان دونوں قرأتوں سے ایک نہایت بلیغ اور جامع معنیٰ نکھر کر سامنے آتا ہے کہ:

"عورت کا حقیقی وقار درحقیقت اسی میں ہے کہ وہ اپنے گھر میں قرار پکڑے"۔

جو عورت بار بار بلا ضرورت گھر سے باہر نکلتی ہے، اس کا وقار مجروح ہوتا ہے، ایسی عورت مردوں سے ملتی ہے، ان سے اونچی آواز میں گفتگو کرتی ہے، ایک کو ہاتھ سے روکتی ہے، دوسرے کو بیٹھنے کا حکم دیتی ہے، تیسرے کو چلنے کا کہتی ہے، گویا وہ خود بھی ایک مرد بن گئی ہو! یہ صورت حال بڑے بگاڑ کی علامت ہے!

اس کے برعکس جو عورت اپنے گھر میں سکون وقرار اختیار کرتی ہے، وہی عزت واحترام کی حقیقی مستحق بنتی ہے اور اسے وقار ومتانت کا حقیقی حصہ میسر آتا ہے"۔

[youtu.be/IIvl9vUhqWw?si=AhMqwdX2iFEocJpF//:https]

سلفِ صالحین کی خواتین نے اس حکم کے سامنے پورے اخلاص وکامل فرمانبرداری کے ساتھ سر تسلیم خم کیا، امام قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) اپنی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ:

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب اس آیت کی تلاوت کرتیں تو اس قدر روتیں کہ ان کا دوپٹہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا۔

نیز انہوں (امام قرطبی رحمہ اللہ) نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: آپ اپنی بہنوں (یعنی دیگر ازواجِ مطہرات) کی طرح حج وعمرہ کے لئے کیوں نہیں جاتیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: میں نے حج وعمرہ کرلیا ہے، اور اب میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے گھر میں ٹھہری رہوں، راوی کہتے ہیں کہ: اللہ کی قسم! وہ

اپنے حجرے کے دروازے سے کبھی باہر نہ نکلیں، یہاں تک کہ ان کے گھر سے ان کا جنازہ نکلا (اللہ ان سے راضی ہو)''۔[تفسير القرطبي:۱۴/۱۸۰]

اسی طرح فاطمہ بنت العطار البغدادیہ رحمہا اللہ کے متعلق منقول ہے کہ:

''وہ صرف تین بار اپنے گھر سے باہر نکلیں:۔[تاريخ الاسلام للذهبي:۴۰/۱۲۶]

میری عزیز بہنو! ہمیں اس لیے پیدا کیا گیا ہے کہ ہم اپنے رب کی عبادت کریں، اپنے شوہروں کی خدمت اور فرمانبرداری کریں، اور اپنی اولاد کی بہترین پرورش کریں، ہمیں اپنے شوہر کے گھر میں ملکہ کی طرح زندگی بسر کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے، نہ کہ غیر مردوں کے درمیان ملازمت یا مزدوری کرنے کے لیے، ہمارے رب نے ہمیں حکم دیا ہے: ﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى﴾ [الأحزاب:۳۳]

ترجمہ:''اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ کا اظہار نہ کرو''۔

لہٰذا اگر کبھی کسی ضرورت کے تحت گھر سے نکلنا بھی پڑے تو اللہ کا حکم ہے:

﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ﴾[النور:۳۱] ''اور اپنی آرائش کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں''۔

اسی طرح چال ڈھال میں متانت وسنجیدگی ہو:

﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ﴾[النور:۳۱] ''اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے''۔

اور اگر کبھی کسی غیر محرم سے گفتگو کی ناگزیر ضرورت پیش آجائے تو آہنگ میں نرمی اور لچک نہ ہو۔

﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِٱلْقَوْلِ فَيَطْمَعَ ٱلَّذِى فِى قَلْبِهِۦ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا﴾ [الأحزاب:۳۲] ''نرم لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی برا خیال کرے اور ہاں قاعدے کے مطابق کلام کرو''۔

چنانچہ اگر کوئی عورت اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اور اس کی رضا کی خاطر اپنی پوری زندگی گھر میں قیام کرتے ہوئے گزارے، بلا کسی ضرورت گھر سے باہر قدم نہ رکھے، تو اسے اس ثابت قدمی اور اللہ کے حکم کو بجالانے کی صورت میں اجرِ عظیم سے نوازا جائے گا۔

اللہ عزوجل ہمیں شریعتِ مطہرہ کے دائرے میں رہتے ہوئے زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

❁❁❁

شادی میں تاخیر کے نقصانات اور اسلامی رہنمائی

ماریہ محفوظ المفلحاتی

اسلام ایک ایسا دین ہے جو فطرت کے عین مطابق اور انسانی ضرورتوں کو سامنے رکھتے ہوئے مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔انہی ضروری امور میں نکاح بھی شامل ہے۔قرآن وحدیث کی روشنی میں شادی کو آسانی سے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور بلاوجہ تاخیر کرنے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ تاخیر کا نقصان صرف ایک انسان تک محدود نہیں رہتا بلکہ پورا معاشرہ اس سے متاثر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:﴿وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ...﴾''اپنے غیر شادی شدہ لوگوں کا نکاح کردو''۔[النور:۳۲]

اس آیت میں صاف حکم دیا گیا ہے کہ جہاں مناسب رشتے میسر ہوں وہاں بلاوجہ تاخیر نہ کی جائے۔دین اسلام اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ معاشرہ پاکیزہ ہو،حق پر جما رہے اور بے راہ روی و بے حیائی سے بچا رہے۔اور بلاشبہ نکاح ہی اس پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"إِذَا جَاءَكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَأَنْكِحُوهُ..."''جب تمہارے پاس کوئی ایسا رشتہ آئے جس کا دین اور اخلاق تمہیں پسند ہو تو اس کی شادی کردو، اگر ایسا نہ کیا تو زمین میں فتنہ اور فساد پھیلے گا''۔[سنن ترمذی:۱۰۸۵]

اس حدیث سے معلوم ہورہا ہے کہ بلاوجہ رشتوں میں رکاوٹیں ڈالنا اور تاخیر کرنا ذاتی اور معاشرتی بگاڑ کا سبب بنتا ہے۔

ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:"مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ..." ''جس کے اندر شادی کی استطاعت ہو وہ شادی کرلے''۔[صحیح بخاری:۱۹۰۵]

یہ تعلیم اس لیے دی گئی تاکہ جوانی کی خطاؤں اور لغزشوں سے بچا جاسکے اور ساتھ ہی ساتھ معاشرہ بھی پاک رہے۔

بلاوجہ تاخیر کے نقصانات:

(۱) گناہوں میں پڑنے کا خطرہ: جب نکاح میں تاخیر ہوتی ہے تو نفس کمزور پڑ جاتا ہے،انسان کا میلان گناہوں کی طرف بڑھنے لگتا ہے جس کی وجہ سے ماحول کے فتنے بڑھ جاتے ہیں اور آخرکار انسان گناہوں کا شکار بن جاتا ہے۔

(۲) ذہنی دباؤ اور بے اطمینانی: تاخیر کی وجہ سے لڑکے اور لڑکی دونوں کے ذہنی پریشانی، بے چینی اور مایوسی جیسی چیزوں میں مبتلا ہوجانے کا خدشہ ہوتا ہے حتیٰ کہ بعض نوجوان ڈپریشن کے شکار بن جاتے ہیں۔

(۳) معاشرتی وسماجی فتنے اور بگاڑ: جیسا کہ حدیث میں آیا ہے، رشتوں میں بلاوجہ رکاوٹیں معاشرے میں بڑے

فتنے پیدا کرتی ہیں، ظاہری بات ہے کہ جب ہم نوجوانوں کے لیے حلال راستہ مہیا نہیں کریں گے تو وہ ناجائز طریقے کو اپنائیں گے جس کی وجہ سے نہ تو خود ان کا نقصان بلکہ آس پاس کا ماحول بھی خسارے میں پڑ جائے گا۔

(۴) غیر ضروری مطالبات کا بڑھ جانا: یہ بڑا ہی اہم نقطہ ہے کہ جہیز جیسی بدعت، اونچے رشتے کی تلاش، بڑی تنخواہ اور ذات کا میل نہ کھانا جس کا تصور دین اسلام میں ہے ہی نہیں، گاؤں شہر کا تال میل نہ ہونا اسی طرح سے دوسری غیر شرعی شرطیں عموماً تاخیر کا سبب بنتی ہیں جبکہ اسلام نے ایسی پابندیاں ناپسند کی ہیں۔

(۵) خاندانی نظام کی کمزوری: نکاح خاندانوں کو جوڑتا ہے۔ تاخیر معاشرتی رشتوں کو کمزور کر دیتی ہے۔

اسلام نے نکاح کو آسان اور سہل بنانے کا حکم دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں خرچ کم ہو''۔ (ابن حبان)

یعنی شریعت ایسے نکاح کو پسند کرتی ہے جس میں بناوٹ، دکھاوا، رسم و رواج اور غیر ضروری امور شامل نہ ہوں۔

شریعت کی اصل تعلیم یہ ہے کہ جہاں دین اور اخلاق موجود ہوں، وہاں مناسب وقت پر نکاح کر دینا چاہیے تاکہ فرد اور معاشرہ دونوں محفوظ رہیں اور امن قائم ہو سکے۔

آج کے دور میں تاخیر کے نقصانات پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ چکے ہیں، اور اسلام کی یہ رہنمائی مزید واضح ہو گئی ہے کہ فطرت کی آواز کو دبانا ایک روحانی نقصان لے کر آتا ہے۔

آج دنیا ہر اعتبار سے ترقی کر چکی ہے ایک انسان کی پہنچ چاند تک ہو چکی ہے لیکن دینی اعتبار سے دیکھا جائے تو آج یہ اسی دنیا کے لوگ ایک نوجوان لڑکا ہو یا لڑکی ان کو اپنی شادی کی بات کرنے پر اسے بے حیا قرار دیتے ہیں حق بات بولنے پر پابندیاں عائد کرتے ہیں۔ پھر ہم کہاں ترقی یافتہ ہوئے؟

ہر انسان کے اندر اللہ نے محبت، سکون، رفاقت اور جسمانی و جذباتی ضرورت رکھی ہے۔

جب شادی کو بلا وجہ روکا جاتا ہے تو یہ فطری آوازیں کہیں دب جاتی ہیں اور انسان کے اندر بے چینی، گھٹن اور خاموش ذہنی تھکن پیدا کرتی ہیں۔

اسلام چاہتا ہے کہ یہ ضرورتیں حلال دائرے میں پوری ہوں کیونکہ یہ روحانی سکون کا حصہ ہیں۔ جب نکاح موخر ہوتا ہے تو انسان ایک نامکمل کیفیت میں جی رہا ہوتا ہے جسے اس نے خود بھی پوری طرح محسوس نہیں کیا ہوتا۔

تاخیر صرف وقت نہیں لیتی، شخصیت بھی لے جاتی ہے۔

ہر انسان کی زندگی میں کچھ لمحے بہت قیمتی ہوتے ہیں۔

محبت کرنے کے، کسی کا ہاتھ تھامنے کے، کسی کے ساتھ مل کر زندگی بنانے کے۔

یہ لمحے عمر کے ایک مخصوص حصے میں سب سے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔

جب شادی میں تاخیر کی جاتی ہے تو یہ سنہرا وقت نکل جاتا ہے اور اعتماد کم ہو جاتا ہے، شخصیت سخت یا تلخ ہونے لگتی ہے، دل میں بے ربط خواہشیں جمع ہونے لگتی ہیں، رشتوں کا تصور بدل جاتا ہے، یہ سب روحانی تھکن پیدا کرتے ہیں، جو کسی کتاب میں نہیں لکھی ہوتی مگر زندگی میں محسوس ہوتی ہے۔

(٦) تعلقات کی حسرت، سب سے بڑا نقصان: جس وقت لڑکا یا لڑکی کو محبت، توجہ، قبولیت اور ساتھ کی ضرورت ہوتی ہے، اکثر والدین ''ابھی وقت نہیں آیا'' کا بہانہ بنا کر ٹال دیتے ہیں۔

وقت گزرنے کے بعد دل سخت ہو جاتا ہے، جذبات بجھ جاتے ہیں، تعلق کی خواہش کمزور پڑ جاتی ہے پھر ایسا انسان شادی تو کر لیتا ہے مگر دل میں وہ تازگی نہیں آپاتی جو بروقت نکاح سے پیدا ہوتی۔ اسی لیے اسلام کہتا ہے: ''اور ان کا نکاح کر دو......''۔ [النور:۳۲] کیونکہ دین جانتا ہے کہ تاخیر جذبات کی موت ہے۔

(٧) زنا یعنی شیطان کا راستہ: شادی میں بلا وجہ تاخیر کے سب سے بڑے اور خطرناک نتائج میں سے ایک زنا اور بے حیائی کے گناہوں کا عام ہونا ہے۔ جب نوجوانوں کے لیے شرعی طور پر حلال راستہ یعنی نکاح مشکل بنا دیا جائے تو شیطان ان کے لیے حرام راستے آسان کر دیتا ہے۔ معاشرہ فتنوں سے بھرا ہے، موبائل، انٹرنیٹ، فحاشی، غلط صحبت اور تنہائی کے مواقع نوجوان دلوں کو آزمائش میں ڈال دیتے ہیں۔ ایسے حالات میں نکاح میں تاخیر نوجوانوں کو شدید ذہنی وجذباتی کشمکش میں مبتلا کرتی ہے جس کا نتیجہ اکثر غیر شرعی تعلقات، دوستیوں اور حتیٰ کہ بدکاری تک پہنچ سکتا ہے۔ اسلام نے نکاح کو عفت، پاکیزگی اور کردار کی حفاظت کا ذریعہ قرار دیا ہے کیونکہ یہی راستہ انسان کو حرام سے بچاتا ہے۔ اس لیے والدین اور معاشرے کے ذمہ دار افراد کو چاہیے کہ جلدی نکاح کی سنت کو زندہ کریں تاکہ ہمارے نوجوان گناہوں سے محفوظ رہ سکیں اور معاشرہ پاکیزگی کی طرف لوٹ آئے۔

جدید دور میں فتنوں کے دروازے پہلے سے ہزار گنا زیادہ کھلتے جا رہے ہیں جیسے کہ موبائل فون، سوشل میڈیا، حرام تعلقات، مخلوط تعلیم اور نوجوان مرد اور خواتین کا اکٹھا ہونا، یہ تمام کی تمام چیزیں جذباتی کمزوریاں حرام راستوں کی آسانی کا سبب بنتی ہیں۔

جب شریعت کہتی ہے کہ فحاشی کا سب سے مؤثر اور حلال حل نکاح ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ نکاح نہ ہونے کی وجہ سے دل، نظر، خیال اور خواہش سب خطرے میں رہتے ہیں۔

یہ نقصان کتابوں میں نہیں لکھا ہوتا مگر ہاں حقیقت میں سب سے طاقتور حقیقت یہی ہے جو عموماً ہر فرد محسوس کرتا ہے اوران مراحل سے گزرتا ہے۔

یہ ایک معاشرتی حقیقت ہے جسے اسلام نے ایک چھوٹے سے جملے میں سمجھا دیا:

اگر تم نکاح کردو تو اللہ انہیں غنی کردے گا......

یعنی برکت نکاح کے بعد آتی ہے، نکاح سے پہلے نہیں۔

لہٰذا شریعت کا تقاضا ہے کہ نکاح میں تاخیر نہ کرو، فطرت کے ساتھ چلو، غیر ضروری مطالبات چھوڑ دو، عزت کو رسموں سے نہ باندھو۔

والدین کے نام پیغام:

محترم والدین! اللہ تعالیٰ نے نکاح کو زندگی کی پاکیزہ اور بابرکت سنت بنایا ہے۔ اولاد کی بہتر دینی، اخلاقی اور معاشرتی تربیت کے بعد والدین پر یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ مناسب وقت پر ان کی شادی کا بندوبست کریں۔ ان کو حلال راستہ کی طرف لائیں نہ کہ رکاوٹ بنیں، بلا وجہ تاخیر اولاد کے لیے ذہنی، جذباتی اور معاشرتی مشکلات کا سبب بنتی ہے۔

جدید دور میں آئے دن اخبارات میں سننے کو ملتا ہے کہ فلاں لڑکی گھر سے غائب ہے، فلاں کا بیٹا لاپتہ ہے، اسی طرح آئے دن زنا کی خبریں مسلسل چھپ رہی ہیں، کہیں نہ کہیں اس کے ذمہ دار سرپرست خود ہیں، لہٰذا آج ضرورت ہے کہ اولاد سے پہلے والدین کو سمجھایا جائے اوران کے عقل سے پردے کو ہٹایا جائے تاکہ معاشرے کو راہ راست پر لایا جائے۔

اسلام ہمیں آسانی اختیار کرنے اور رشتوں کو مشکل بنانے سے منع کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’جب تمہارے پاس کوئی ایسا رشتہ آئے جس کے دین واخلاق سے تم راضی ہو تو اس کا نکاح کردو، ورنہ زمین میں فساد ہوگا اور بڑا فتنہ برپا ہوگا‘‘۔

لہٰذا فتنے فساد کی وجہ آپ خود نہ بنیں بلکہ آپ آسانی پیدا کرنے والوں میں سے بنیں۔

اس لیے والدین سے گزارش ہے کہ لڑکے اور لڑکی کی پسند، رضامندی، حالات اور مستقبل کے گناہوں کے خدشات کو سامنے رکھتے ہوئے بلا وجہ تاخیر نہ کریں۔ نکاح نہ صرف دو افراد بلکہ دو خاندانوں کی عزت، سکون اور پاکیزگی کا ذریعہ بنتا ہے۔ وقت پر فیصلہ کرنا اولاد اور خاندان دونوں کے لیے خیر وبرکت کا سبب بنتا ہے۔

اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ ہمیں دین کی صحیح سمجھ بوجھ کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وراثتِ نسواں، اسلام کا انصاف پر مبنی نظام

عائشہ أمۃ النور بنت جمیل الدین

دنیا کے مختلف ادوار میں عورت کو کبھی کمزور سمجھا گیا، کبھی کمتر ٹھہرایا گیا اور کبھی ظلم و ناانصافی کی چکی میں پیس دیا گیا، لیکن اسلام وہ واحد دین ہے جس نے عورت کو عزت، حق اور انصاف کے ساتھ اس کا کھویا ہوا مقام واپس لوٹایا، عورت کو نہ صرف ماں، بیٹی اور بیوی کی حیثیت سے وقار بخشا بلکہ اسے مالی حق کے میدان میں بھی مکمل عدل کے ساتھ حصہ عطا فرمایا، وراثت کا یہ اسلامی نظام محض قانونی تقسیم نہیں بلکہ الٰہی عدل وحکمت کا حسین مظہر ہے جس میں خاندان، ذمہ داری اور سماجی توازن کے تمام پہلو شامل ہیں، زیرِ نظر تحریر اسی عدلِ الٰہی کا آئینہ ہے جو ''وراثتِ نسواں'' کے روشن پہلوؤں کو قرآن وسنت کی روشنی میں اجاگر کرتی ہے۔

دینِ اسلام نے اپنے عدل وانصاف سے عورتوں کے ساتھ کیے گئے ظلم وتعصب کو دور کیا اور حقوق میں عورتوں کو بھی مردوں کے برابر قرار دیا۔ جس طرح واجبات میں نظر انداز یا کوتاہی ممکن نہیں بالکل اسی طرح وراثت میں عورتوں کے بھی حقوق ہیں جس میں کسی بھی طرح کی کمی یا کوتاہی یا خواتین پر ظلم ونقصان ممکن نہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾[البقرة :۲۲۸]

''اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حقوق ہیں جیسے اُن پر مردوں کے ہیں اچھے انداز کے ساتھ''۔

اللہ تعالیٰ کے یہاں میزان میں ترجیح (فضیلت) اسی کو حاصل ہوگی جو متقی ہو، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، مذکر ومؤنث یہ دو ایسی صفات ہیں جن کا آخرت میں کوئی اعتبار نہیں ہوگا بلکہ جو چیز اہمیت رکھتی ہے وہ ایمان اور عمل صالح ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾[الحجرات :۱۳]

''اللہ کے نزدیک تم سب میں سے عزت دار وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو''۔ نیز فرمایا:

﴿فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ﴾

[آل عمران : ۱۹۵]

”پس ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی کہ تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل خواہ وہ مرد ہو یا عورت میں ہرگز ضائع نہیں کروں گا تم آپس میں ایک دوسرے کے ہم جنس ہو“۔

خواتین کی وراثت کا اسلامی نظام اور دیگر مذاہب کے نظام وقوانین کے درمیان موازنہ کرنے پر ہمیں مندرجہ ذیل فوائد ونکات حاصل ہوتے ہیں:

۱۔ اسلام میں وراثت کی تقسیم کا معاملہ کسی بشر نے نہیں بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے سنبھالا ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ نظام عدالت اور درستی پر مبنی ہے اور ترکات کی درست تقسیم کا معاملہ انسانوں کے لیے ناممکن ہے جب تک اللہ تعالیٰ کی ہدایت و رہنمائی ان کے ساتھ نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ [النساء :۱۱]

”تمہارے باپ ہوں یا تمہارے بیٹے تمہیں نہیں معلوم کہ ان میں سے کون تمہیں نفع پہنچانے میں زیادہ قریب ہے، یہ حصے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں بے شک اللہ تعالیٰ پورے علم اور کامل حکمتوں والا ہے“۔

۲۔ دینِ اسلام نے ضرورت مندوں کا لحاظ کرتے ہوئے ان کے لیے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ حصہ مقرر کیا، اسی لیے وراثت میں بیٹوں کا حصہ باپ کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے کیونکہ اولاد زندگی کے دہانے پر ہوتی ہے اور باپ کی زندگی گزر جانے کے قریب ہوتی ہے، اسی طرح بیٹوں کو بیٹیوں کے مقابلے میں دوہرا حصہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ خاندان کی ذمہ داری اکثر بیٹے پر ہی ہوتی ہے، نیز بیوی کا مہر ادا کرنا، بیوی اور اولاد کے نان ونفقہ کا خرچہ بھی اسی کے ذمے ہوتا ہے، ایسی صورت میں وہ اپنی بہن سے زیادہ محتاج ہوتا ہے، جبکہ بیٹی اپنے شوہر سے مہر حاصل کرے گی اور اس کے نان ونفقے کی خرچ کی ذمہ داری بھی اس کے شوہر پر ہوگی۔

۳۔ اسلام نے وراثت کو مال کی حد تک ہی محدود رکھا، مورث کی بیوی کو اس کے ترکہ میں نہیں شمار کیا جس طرح زمانۂ جاہلیت میں ہوا کرتا تھا، بلکہ دینِ اسلام نے ازدواجی زندگی میں میاں بیوی کے درمیان محبت و ہمدردی کو موت کے بعد وراثت کا سبب بنا دیا اور اس سلسلے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی۔

۴۔ وراثت میں مرد اور عورت کے درمیان مطلق مساوات کا اصول جس طرح فرانسیسی اور رومانی قوانین میں ہے

اسلام نے اس اصول کو مسترد کر دیا جس میں عدل و اجتماعی توازن کے مطالبے کو مجسم کیا گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِن كَانُوا إِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ﴾[النساء:۱۷۶]

''اور اگر وہ کئی بھائی بہن مرد اور عورتیں ہوں تو مرد کے لیے دو عورتوں کے حصے کے برابر ہوگا''۔

۵۔ اسلام نے بیٹیوں کو بھی بیٹوں کے ساتھ وراثت میں مشارکت کا حق دیا کہ وہ بھی اپنے والدین کی وراثت میں حصہ لیں، اور انہیں بیٹوں کی وجہ سے وراثت سے محروم نہیں کیا گیا جیسے یہود کیا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾[النساء:۷]

''ماں باپ اور رشتہ داروں کے ترکہ میں مردوں کا حصہ ہے اور عورتوں کا بھی ماں باپ اور رشتہ داروں کے ترکہ میں حصہ ہے، مال کم ہو یا زیادہ حصہ مقرر کر دیا گیا ہے''۔

۶۔ شریعتِ اسلامیہ نے یہ حکم دیا کہ وارث کی موجودگی میں ان کے اولاد (پوتا یا پوتی) کا وراثت میں کوئی حق نہیں ہے، کیونکہ ان کے والد (وارث) ہی کا پہلا حق ہے اور ان کا دوسرا حق ہے تو وہ وراثت میں شریک نہیں ہوں گے، جبکہ رومانی اور فرانسیسی قانون مورث کے بیٹے کے ساتھ پوتے کو اور بھائی کے ساتھ بھتیجے کو بھی وارث بناتی ہے۔

[خلاصه : أحكام ميراث المرأة في الفقه الإسلامي : ص :۱۳-۱۵]

مذکورہ نکات سے ہم پر ایک روشن حقیقت واضح ہوتی ہے کہ دیگر مذاہب کے مقابلے میں دینِ اسلام کا وراثتی نظام حق، عدل و انصاف اور حکمت پر مبنی ہے، یہی وہ واحد نظام ہے جو بشر کی کوشش اور سرگرمی کی تحریک سے متفق ہے اور انسان کو اُس حق سے محروم نہیں کرتا جس کا وہ مستحق ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کے اس عادلانہ اور متوازن نظام کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، نیز ہمیں ایسا معاشرہ نصیب کرے جو قرآن وسنت کی روشنی میں عدل، محبت اور توازن پر قائم ہو، آمین۔ یا رب العالمین

IIC Ramazan Ration Package-2026

رمضان ۲۰۲۶ء
راشن پیکیج

Per Package Rs. 2300/-

Rahem Karne Walon Par Allah Rahem Karta Hai.
Tum Log Zameen Walon Par Rahem Karo,
Aasmaan Wala Tum Par Rahem Karega.
(Tirmizi : 1924)

1. Rice 10 kg.
2. Atta 10 Kg.
3. Tuwar Dal 1 kg.
4. Vatana Dal 1 kg.
5. Chana Dal 1 Kg.
6. Besan 1 Kg.
7. Sugar 3 kg.
8. Refined Oil 3 liter
9. Khajoor 1 Kg.
10. Rooh Afza 1 Bottle

ICICI BANK : Account Name : ILM FOUNDATION (Savings),
Account No. : 102801002071 | IFSC : ICIC0001028,
Branch : Andheri link Road Mumbai,

Donate Karne Ke Baad is No. 8291063785
Par Screenshot WhatsApp Karen.

جزاک اللہ خیرا

Head Office : Gala No.6, Swastik Chambers, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noor Jahan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mobile : 8080807836

Branch: Andheri Bakery Compound, Opp. Surbhi Vada Pav, Andheri Station Road Jama Masjid, Andheri (W), Mobile : 8080801882

iic mumbai | mumbaiiic | mumbaiiic | iic mumbai official | islamsmessage | iic mumbai

Date of Publication : 1st of Every Month
RNI No.-MAHURD/2011/49433 Postal Registration No. : MCE/281/2022-24
Posted on 4th and 5th of Every Previous Month

اسلامک انفارمیشن سینٹر، ممبئی کا تعاون کریں۔ آیئے اس دعوتی کام میں ہمارا ساتھ دیں۔

الحمدللہ اسلامک انفارمیشن سینٹر، ممبئی (IIC-Mumbai) منہج سلف پر قائم جماعت اہل حدیث کا ایک معروف تحقیقی، دعوتی، تعلیمی، رفاہی ادارہ ہے، جو سن ۲۰۰۴ء سے مستند علمائے کرام کی نگرانی میں اپنی سرگرمیاں انجام دے رہا ہے، اس ادارہ کے مختلف شعبے ہیں، سماج کے تمام طبقات ''بچے، نوجوان، مرد و خواتین'' تک اسلامی تعلیمات پہنچانا اور اسلام سے متعلق شکوک وشبہات کو دور کرنا ہمارا مشن ہے۔ لہٰذا آپ لوگوں سے اپیل کی جاتی ہے اس ادارہ کا زیادہ سے زیادہ تعاون کریں۔ جزاکم اللہ خیرا واحسن الجزاء

ہفتہ واری اجتماعات

مکمل تفسیر قرآن

اسلام واٹس اپ ہیلپ لائن
8080807836
8080801882

Islam Helpline
اسلام فون ہیلپ لائن
8080807836
8080801882

دعوہ ڈیسک وزیٹر (کرلا، اندھیری)

Online University
آئی آئی سی او یو
IC Online University

سوشل میڈیا
@ iic mumbai

سالانہ کوئز

تحریری فتوی

گھریلو جھگڑوں میں کاؤنسلنگ

فری قرآن تقسیم

ماہانہ میگزین ''اہل السنہ''

ماہانہ راشن کٹ کی تقسیم

میڈیکل ہیلپ

zoom
آن لائن کورسیز و دروس زوم ایپ پر

سالانہ کانفرنس

خواتین کا تعلیمی و دعوتی شعبہ

بچیوں کے لئے صفہ اسلامک کلاسیز

بچوں کے لئے صفہ اسلامک کلاسیز

کتابوں اور پمفلیٹ کی طباعت

PLEASE SUPPORT US

| Account Name : ILM Foundation | Account No. : 102801002071
| IFSC Code : ICIC0001028 | MCR Code : 400229097
| Bank Name : ICICI Bank (Savings)
| Branch : Andheri Link Road, Mumbai

QR CODE -
For All Online Bank, UPI Apps Transfer

If Undelivered Please Return To

Ahlus Sunnah

Managed by : **ILM Foundation**

Islamic Information Centre

Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
Opp. Noorjahan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mumbai-400070
Phone : 8080807836, 8080801882

To,

Book Post

Printed, Published & Owned By: Saad Khalid Patel | Printed at: Alwan Prints, A1/215, Shah & Nahar Industrial Estate, S.J Marg, Lower Parel (West), Mumbai - 400013., Published at: 106, Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road, Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai-400010
Editor: Shaikh Kifayatullah Sanabili Mobile: 8657458182